والذین آمنوا اشد حبا للّٰہ
اور مومن لوگ سب سے زیادہ اللہ جل شانہ سے محبت رکھتے ہیں
آئینہ محبت
جناب صوفی خادم حسین صاحب چشتی صابری
ناشر: محمد سعید چوہدری ایم۔ اے

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ

آئینہ محبت

مصنف

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت جناب صوفی خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ
چشتی صابری

ملنے کا پتہ

ڈیرہ صوفیاں
چک نمبر ۲۶۰ ر ب - وڈا وہیلا شریف
ڈاکخانہ خاص تحصیل و ضلع
لائل پور

نام کتاب ———— آئینہ محبت

مصنف ———— جناب صوفی خادم حسین صاحب

بار اوّل ———— ستمبر ۱۹۷۵ء

تعداد ———— ایک ہزار

قیمت ———— [illegible]-00

کتابت ———— ایم اے آزاد گوندار پارک گوجرہ

طبع ———— پنجاب آرٹ پریس لاہور

ناشر ———— محمد سعید چوہدری ایم۔اے

انتساب

اعلیٰ حضرت میاں ماہی شاہ
چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات
کے نام جن کے چشمہ فیض روحانیت سے
مخلوقِ خدا مستفیض و مستفید ہو رہی ہے
اور
ہوتی رہے گی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ
اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَہْلِ بَیْتِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔
اَمَّا بَعْدُ

اس رسالہ مختصر میں اللہ تعالےٰ شانہٗ کی محبت کو نہایت آسان پیرایہ میں قلم بند کیا گیا ہے۔ تاکہ سمجھنے اور سمجھانے میں آسانی ہو، اور نفع عام ہو جائے ۔ اگر اس میں کوئی غلطی یا کوتاہی نظر سے گذرے۔ تو وہ میری لغزش قلم اور بے عملی کا نتیجہ ہے۔ نظر لطف وکرم سے اس کی اصلاح فرما دیں، تو موجب شکر و منت ہوگا۔

مصنّف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبت کے معنی یہ ہیں۔ کہ اپنے دل کو محبوب کی خدمت میں پیش کر دینا۔ اور اس کی رضا مندی کے تابع ہو جانا۔ اور تفسیر خازن میں لکھا ہے کہ بندے کی محبت اللہ تعالےٰ کے ساتھ یہ ہے۔ کہ اس کی عبادت میں مصروف رہے۔ اور اس کی رضا مندی کا طالب رہے۔ ایسا کوئی قول و فعل نہ کرے۔ جو اس کی ناراضگی و عذاب کا موجب ہو۔ بلکہ ایسے کاموں کے کرنے میں کوشش کرے۔ جو اس کی نزدیکی کا باعث ہوں۔ اللہ تعالےٰ کے سوا دوسری دنیاوی چیزوں سے محبت رکھنی گناہ ہے۔ جیسے اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (بقرہ ع ۲۰)

ترجمہ:۔ لوگوں میں سے ایسے آدمی بھی ہیں۔ جو اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا معبود بنا کر خدا تعالےٰ کا شریک بناتے ہیں۔ اور ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں۔ جس طرح اللہ سے محبت رکھنی لائق ہے۔ اور مومن لوگ سب سے زیادہ اللہ پاک کے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ اور سورۃ مائدہ میں اپنے مومن بندوں کی یوں صفت فرمائی يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ

ترجمہ:۔ اللہ تعالےٰ ان کو دوست رکھتا ہے۔ اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ کی محبت کی یہ علامت ہے۔ کہ دین پر دنیا کو ترجیح نہ دو۔ اگر کسی صورت میں دنیا کے حاصل کرنے سے دین کا کوئی ہرج ہوتا ہو۔ اور خدا اور رسولؐ کے حکم کے خلاف ہوتا ہو۔ تو اس صورت کو چھوڑ دو۔ چاہے دنیا کا کتنا ہی نقصان ہو۔ کیونکہ خدا اور رسولؐ کی محبت کی حقیقت یہی تو

ہے۔ کہ ہر قول و فعل میں اس کی خوشی کو مقدم اور مطلوب سمجھیں۔ اور اس کا نام محبت نہیں ہے۔ کہ کسی واقعہ کو سن کر رونے لگے۔ صرف رونے سے کیا ہوتا ہے

عرفی اگر بگریہ میسر شوی وصال
صد سال می تواں بہ تمنا گریستن

یعنی اگر رونے سے وصال محبوب ہو جایا کرے۔ تو سو برس اس کی آرزو میں رو سکتے ہیں۔

سو یہ محبت نہیں ہے۔ کہ مضمون سن کر تو رو دیتے ہیں۔ لیکن نہ اتباع ہے۔ نہ عمل ہے۔ ہاں یہ بھی محبت کا ایک درجہ ہے۔ مگر یہ درجہ مطلوب نہیں مسلمان کی تو یہ حالت ہونی چاہیے۔ کہ ؎

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو
دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی فدائے تو را

یعنی اگر زندہ رکھیں یہ آپ کی عطا ہے۔ اور اگر قتل کریں۔ آپ پر قربان ہوں۔ دل آپ پر فریفتہ ہو گیا ہے۔ جو کچھ کریں۔ آپ سے راضی ہوں یعنی محبت ایسی ہونی چاہیئے۔ لیکن آج کل یہ بات کہاں ہے۔ جب ہم اقوال و افعال میں حضور کی مخالفت کرتے ہیں۔ تو پھر ہم کو محبت کہاں ہوئی۔ اگر کسی (بازاری عورت) پر عاشق ہو جاویں۔ تو پھر دیکھئے کہ کیا حال ہوتا ہے جو کچھ وہ کہے کرنے کے لئے تیار، نہ مال کا خیال نہ عزت کی پرواہ۔ تو کسی کے عشق میں تو یہ حال ہے ؎

ترا عشق ہم چوں خودی ز آب و گل
رباید ہمی صبر و آرام دل را

یعنی تمہارا عشق اپنے جیسے پانی اور مٹی سے بنے ہوئے کے ساتھ دل سے آرام و صبر کو دور کر دیتا ہے۔ اس پر ایسے دیوانے ہو جاتے ہیں۔ کہ اگر وہ اپنے ہاتھ سے پیٹ بھی لے۔ تو گوارا ہے۔ اور کچھ رنج نہیں ہوتا۔ کیوں کہ

نہ سازد عشق را کنجِ سلامت — خوشا رسوائی کوئے ملامت

عشق گوشۂ سلامتی کی موافقت نہیں کرتا۔ بلکہ کوئے ملامت کو چاہتا ہے۔
سو محبوب کے کوچہ کی رسوائی بہت اچھی چیز ہے۔

سو یہاں تو یہ حال ہے۔ اور خدا اور رسولؐ کی محبت میں یہ حالت ہے
کہ زبان سے تو محبت کا دعوےٰ ہے۔ مگر اتباعِ نبویؐ میں ہزاروں خدشے۔ کہ
اگر ایسا کریں گے۔ تو یوں طعن ہوگا۔ سو یہ کیسی محبت ہے۔ ایک مردار عورت
اگر کہے۔ رات بھر کھڑے رہو۔ تو کر گزریں۔ اور اللہ جل شانہٗ کے حکم سے عشاء
کی نماز بھی بھاری ہے۔

ایک شخص کا قصہ ہے۔ کہ اس کو ایک عورت سے تعشق تھا۔ بڑی تمناؤں
کے بعد ایک دن کہیں شام کو بات کرنے کا موقع مل گیا۔ اور صورت یہ تھی
کہ کھڑکی کے نیچے بات کرنے کھڑے ہوئے تھے۔ ایسے محو ہوئے۔ کہ تمام رات
اسی طرح گزر گئی۔ عشاء کی نماز بھی فوت ہوئی۔ جب موذن نے صبح کی اذان
دی۔ تو حضرت کہتے ہیں۔ بھلے مانس تجھے بھی آج ہی عشاء کی اذان سویرے
کہنی رہ گئی تھی۔ کسی نے کہا۔ جناب خبر بھی ہے۔ صبح ہو گئی۔ صبح کی اذان ہے
منہ پھیر کر دیکھا۔ تو واقعی صبح ہے۔ دل پر اثر ہوا۔ بہت روئے۔ کہ ایک
عورت کے خیال میں حق سبحانہٗ و تعالےٰ کا فرض قضا ہوا۔ ایک بزرگ
کے ہاتھ پہ توبہ کی۔ اور اس خیال کو چھوڑا۔ پھر صاحب کمال ہوئے۔ اور
سبھی کچھ ہوا۔

ایک عورت کی محبت میں یہ حالت ہوتی ہے۔ غور کریں۔ تو آج کل
احکامِ الٰہی کی اتنی بھی تو قدر نہیں۔ جتنی کے ایک کسبی کے احکام کی۔ احکام
الٰہی خواہ کیسے ہی سہل ہوں۔ اور سراسر مفید اور حکمت ہی حکمت ہوں۔ مگر
شاق ہوتے ہیں۔ اگر کسبی انہی احکام کو کہے۔ جن کو حق تعالےٰ شانہٗ نے فرمایا
تو کچھ تکلیف نہ رہے۔ بلکہ اگر کسبی ان احکام کو بھی کہے۔ جو حق تعالےٰ شانہٗ کے

خلاف ہوں، تب بھی کچھ شاق نہ ہوں۔ معلوم ہوا۔ کہ احکام فی نفسہ شاق نہیں صرف محبت کی کسر ہے۔ جب کسی شخص سے محبت ہو جاتی ہے۔ عشق و فریفتگی پیدا ہو جاتی ہے۔ تو اس کی اطاعت و فرماں برداری طبیعت اور عادت بن جاتی ہے۔ اور اس کی نافرمانی ایسی ہی گراں اور شاق ہوتی ہے۔ جیساکہ بغیر محبت کے کسی کی اطاعت خلاف عادت و طبع ہونے کی وجہ سے بار ہوتی ہے۔

کسی چیز سے محبت پیدا کرنے کی صورت اس کے کمالات و جمال کا مشاہدہ ہے۔ حواس ظاہرہ سے ہو۔ یا حواس باطنہ میں استحضار سے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد　　بسا کیں دولت از گفتار خیزد

عشق ہمیشہ صورت ہی سے پیدا نہیں ہوتا۔ بسا اوقات یہ مبارک دولت بات سے بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ کسی کے ساتھ عشق پیدا کرنے کی تدبیر اہل فن نے یہ لکھی ہے۔ کہ اس کی خوبیوں کا استحضار کیا جاوے۔ اس کے غیر کو دل میں جگہ نہ دی جاوے۔ جیساکہ عشق طبعی میں یہ سب باتیں بے اختیار ہوتی ہیں۔ کسی کا حسین چہرہ یا ہاتھ نظر پڑ جاتا ہے۔ تو آدمی کوشش کرتا ہے۔ کہ بقیہ اعضاء کو دیکھے۔ تاکہ محبت میں اضافہ ہو۔ قلب کو سکون ہو۔ حالانکہ تسکین ہوتی نہیں۔ "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" اگر کسی کی محبت دل میں آجانے کے بعد اس کی طرف التفات نہ کیا جاوے۔ تو آج نہیں کل دل سے محو ہو جائے گی۔ لیکن اس کے خط و خال اور رفتار و گفتار کے تصور سے اس قلبی بیج کو سینچتا ہے۔ تو اس میں ہر لحہ اضافہ ہوگا ؎

مکتب عشق کے انداز نرالے دیکھے
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

اس سبق کو بھلا دوگے فوراً چھٹی مل جائے گی۔ جتنا جتنا یاد کروگے۔ اتنا ہی جکڑتے جاؤگے۔ حق تعالٰی شانہٗ جو حقیقتاً ہر جمال و حسن کا منبع ہیں اور

حقیقتاً دنیا میں کوئی بھی جمال ان کے علاوہ نہیں ہے۔ یقیناً ایسے محبوب ہیں کہ جن کے کسی جمال و کمال پر بس نہیں۔ ان کی تو یہ شان ہے۔

حسن خویش از روئے خوباں آشکارہ کردہٴ
پس بہ چشم عاشقاں خود را تماشہ کردہٴ

درحقیقت ہماری ایسی مثال ہے۔ جیسے آفتاب نکلا۔ اور دیوار پر دھوپ پڑی۔ مگر ایک احمق کو آفتاب کی خبر نہیں۔ اس کی نظر دیوار پر ہی ہے۔ اور اس کو دیکھ کر خوش ہو رہا ہے۔ کہ میرے گھر کی دیوار کیسی چمک رہی ہے مگر شام ہونا تھی۔ کہ دھوپ سمٹنا شروع ہوتی ہے۔ اور آفتاب اپنے ساتھ اس کو لے جاتا ہے۔ تو دیوار تاریک کی تاریک رہ جاتی ہے۔ نور صفت اصلی آفتاب کی ہے۔ دیوار کی نہیں۔ اگر وہ حسن و جمال دیوار کی اصلی صفت ہوتی۔ تو اس سے زائل کیوں ہوتی۔ ایسی ہی چیزوں کے بارہ میں کہ جن کا حسن و جمال ان کی اصلی صفت نہیں۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

عشق با مردہ نباشد پائیدار　　عشق را باحیٔ باقیوم دار
عاشقی با مردگاں پایندہ نیست　　زانکہ مردہ سوئے ما آئندہ نیست
عشق ہائے کز پئے رنگے بود　　عشق نبود عاقبت ننگے بود

آگے فرماتے ہیں :-

غرق عشقے شو کہ غرق ست اندریں　　عشق ہائے اولین و آخریں

پس عشق حق تعالےٰ ہی کا حق ہے۔ ان سے ہی عشق کرنا چاہیئے۔ مگر اس میں بعض اوقات یہ شبہ ہو جاتا ہے۔ کہ محب و محبوب میں مناسبت ہونی چاہیئے۔ اور ہم میں اور حق تعالےٰ میں مناسبت ہی کیا۔ پھر وہاں تک ہماری رسائی کیونکر ہوگی۔ مولانا رومؒ اسی شبہ کو رفع فرماتے ہیں ؎

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست
بر کریماں کارہا دشوار نیست

یعنی یہ مت سمجھ کر اس شاہنشاہ کی بارگاہ میں تیرا کیوں کر دخل ہوگا۔ اس لیے کہ کریموں پر یہ کام دشوار نہیں ۔ جواب کا حاصل یہ ہوا کہ رسائی کی دو صورتیں ہیں ۔ ایک یہ کہ تم خود وہاں پہنچو۔ اور ایک یہ کہ وہ تم کو پہنچا دیں ۔ سو کہتے ہیں ۔ کہ گو تم خود وہاں تک نہیں پہنچ سکتے ۔ مگر انہیں تو پہنچانا مشکل نہیں ہے ۔ جب یہ ہے ۔ تو پھر مایوسی کیسی ؟ چنانچہ حدیث شریف میں ہے ۔ من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا و من تقرب الی ذراعا تقربت الیہ باعا ۔ ۔ الخ کہ جو میری طرف ایک بالشت آتا ہے ۔ میں اس کی طرف ایک ذراع جاتا ہوں ۔ اور جو میری طرف ایک ذراع آتا ہے ۔ میں اس کی طرف ایک باع آتا ہوں ۔ اور جو میری طرف آہستہ چل کر آتا ہے ۔ میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں ۔ اگر یہ نہ ہو ۔ تو یہ راستہ غیر متناہی ہے ۔ کہ کسی کے قطع کرنے سے قطع نہیں ہو سکتا ۔ چنانچہ کہتے ہیں ۔

نگر دو قطع ہرگز جادہ عشق از دویدن ہا
کہ می بالد بخود ایں راہ چوں تاک از بریدن ہا

یہ ہمارے چلنے سے قطع نہیں ہوتا ۔ بلکہ ادھر ہی سے عنایت ہوتی ہے ۔ تو قطع ہوتا ہے ۔ اسی کی نسبت حدیث میں بشارت ہے ۔ مگر طلب شرط ہے جس کی خاصیت مولانا رومؒ فرماتے ہیں ۔

آب کم جو تشنگی آور بدست ۔ تا بجوشد آبت از بالا و پست

مطلب یہ کہ بدوں پیاس پانی نہیں ملتا ۔ پیاسے بنو تو پانی تم تک خود ہی آجائے گا ۔ راز اس کا یہ ہے ۔

تشنگاں گر آب جویند از جہاں ۔ آب ہم جوید بعالم تشنگاں

یعنی جس طرح پیاسا پانی کو ڈھونڈتا ہے ۔ اسی طرح پانی بھی پیاسے کو ڈھونڈتا ہے ۔

یعنی حق تعالیٰ خود تم کو اپنی طرف بلاتے ہیں ۔ اور بلانے کے ساتھ پہنچاتے

بھی ہیں۔ جب وہ ایسے مہربان ہیں، تو پھر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کہ ہماری رسائی خدا تک کیسے ہوگی۔

ایک بزرگ کو بادشاہ نے کچھ دریافت کرنے کی غرض سے بلانا چاہا۔ بادشاہ محل کے اوپر تھے۔ اور یہ نیچے سے گزر رہے تھے۔ بادشاہ نے اوپر سے کمند پھینک دی۔ اس کے ذریعہ سے محل پر پہنچ گئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ بندہ کی رسائی خدا تک کیسے ہو سکتی ہے۔ کہاں خدا کہاں بندہ۔ انہوں نے برجستہ فرمایا۔ کہ ایسے ہو سکتی ہے۔ جیسے میری رسائی آپ تک ہوگئی۔ اگر میں دروازہ سے آتا۔ تو کتنے مرحلے طے کرنے پڑتے۔ کہیں دربانوں سے واسطہ پڑتا۔ کہیں مصاحبین سے کہنا ہوتا۔ کتنے درجے طے کرنے پڑتے۔ اس کے بعد کہیں آپ تک رسائی ہوتی۔ اور شاید نہ بھی ہوتی۔ اگر دربان روک دیتا۔ غرض ایک صورت تو آپ تک پہنچنے کی یہ تھی۔ کہ میں آپ کو تلاش کرتا۔ اور سو دقتیں اٹھا کر کہیں آپ تک پہنچتا۔ اور ایک صورت یہ ہے۔ کہ خود آپ نے مجھے کھینچ لیا۔ بس جیسا اس وقت آپ نے کیا اسی طرح خدا تک رسائی ہو سکتی ہے۔ مگر طلب شرط ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کھینچتے اسی کو ہیں۔ جو کھنچنا چاہے۔ اور جو اعراض کرتا ہے۔ اس سے وہ بھی اعراض کرتے ہیں۔ اس کی ایسی مثال ہے۔ جیسے بچہ ماں کی آغوش میں دوڑ کر آنا چاہتا ہے۔ مگر گھٹنوں سے چلا نہیں جاتا۔ وہ ہمت کر کے کھڑا ہوا۔ اور گر پڑا۔ اس کا گرنا تھا کہ ماں نے دوڑ کر خود اٹھا لیا۔ بس اس کا کام تو اتنا ہی ہے۔ کہ اپنی ہمت کر کے چلے۔ اور گر پڑے۔ جب وہ اپنا کام کر چکتا ہے تو فوراً ہی آغوش میں اٹھا لیا جاتا ہے۔ اگر بچہ ایسا نہ کرے۔ تو اس کی طرف ماں کو ایسا تقاضا نہیں ہوتا۔ اسی کو مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

گر چہ رخنہ نیست عالم را پدید	خیرہ یوسف وار می باید دوید
تانہ گرید طفل کے جوشد لبن	تانگرید ابر کے خندد چمن

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب زلیخا مکان میں لے گئیں۔ تو سات قفل سات دروازوں میں ڈال دیئے تھے۔ تاکہ نکلنے نہ پائیں۔ جب انہوں نے یہ کیفیت دیکھی۔ تو سوچا کہ اپنا کام مجھے کرنا چاہیئے۔ پھر حق تعالےٰ اپنا کام کریں گے۔ دروازہ کھلنا نہ کھلنا میرا کام نہیں۔ بس خدا پر توکل کر کے دروازہ کی طرف بھاگے۔ دروازہ کے پاس نہ پہنچنے پائے تھے۔ کہ سب دروازے کھلتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ساتوں دروازوں سے باہر نکل گئے۔ انہوں نے خیال کیا۔ کہ گو بھاگنے کا راستہ تو نہیں ہے۔ لیکن بھاگنا تو میرے قبضہ میں ہے۔ چنانچہ اس قصد سے بھاگے۔ اور اس کا اثر یہ ہوا۔ کہ باہر نکل گئے۔ اسی کو مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید ۔۔۔ خیرہ یوسف وار می باید دوید

غرض یہ تو مسلم ہے۔ کہ انسان کی کوشش سے کچھ نہیں ہوتا۔ ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی کوشش شرط ہے۔ جیسے وضو نماز کے لئے شرط ہے۔ گو تنہا وضو سے کچھ نہیں ہوتا جب تک نماز نہ پڑھے لیکن بدون وضو کے نماز بھی نہیں ہوتی۔ ایسے ہی خدا تعالےٰ محض اس کی کوشش سے نہیں ملتے۔ وہ اپنی مرضی سے ملتے ہیں۔ مگر کوشش شرط ہے۔ پس اتنی طلب تو چاہیئے۔ کہ عمل میں خلوص کے ساتھ مشغول ہو جائے۔

دیکھا جاتا ہے۔ کہ دنیا کے ایک محبوب یا حاکم کے سامنے جان کی اور آبرو کی کچھ حقیقت نہیں سمجھی جاتی۔ مطیع وہی سمجھا جاتا ہے۔ جو حکم کے سامنے کسی چیز کی بھی پرواہ نہ کرے۔ سپاہی بادشاہ کے حکم پر گلے کٹواتے ہیں۔ ایک بازاری عورت کے عشق میں لوگ ننگ و ناموس کو بھول جاتے ہیں۔ جان اور مال اور آبرو سب فدا کر دیتے ہیں۔ پھر اگر کسی نے محبوب حقیقی کے سامنے ان چیزوں کو ذخیرہ کر کے رکھا۔ اور فدا

دے کر دیا۔ تو وہ کس کام کا آدمی ہے۔ معمولی محبت میں بھی ان کی پرواہ کرنا خلاف مروت ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے۔ کہ اگر دوست سے قرض مانگو۔ اور وہ پوچھے کتنا تو وہ شخص دوستی کے قابل نہیں۔ دوستی کے قابل وہ ہے۔ کہ اشارہ پاتے ہی کل مال اپنا حاضر کردے۔ پہلے زمانہ کے لوگ بھی کس طرح کے تھے ایسے دوستوں کا وجود اب کہاں ہے۔ ایک شخص کا قصہ ہے۔ کہ اپنے دوست کے مکان پر رات کے وقت گئے۔ اور آواز دی، وہ پانچ منٹ کے بعد گھر میں سے نکلے۔ یہ توقف ظاہراً دوستی کے خلاف تھا۔ مگر جس صورت سے گھر سے باہر آئے۔ اس میں دیر لازم تھی۔ اور وہ صورت یہ تھی۔ کہ ہتھیار لگائے ہوئے۔ تیار اور خوب صورت لونڈی زیور سے آراستہ پیراستہ آگے آگے اور اسکے ہاتھ میں شمع اور ایک غلام بھی پیچھے پیچھے جس کے کندھے پر کچھ بوجھ۔ آنے والے نے اس بکھیڑے کی وجہ پوچھی۔ اس نے کہا۔ اس وقت تمہارے آنے سے مجھے چند احتمال ہوئے۔ ایک یہ کہ شاید کسی حسین کے نہ ہونے سے تنہائی میں دل گھبرایا ہو، اس کے واسطے تو یہ لونڈی موجود ہے اور شاید خادم کی ضرورت ہو۔ تو یہ غلام حاضر ہے۔ اور اگر کسی دشمن نے پریشان کیا ہو، تو میں اپنی جان سے موجود ہوں، اور شاید خرچ کی ضرورت ہو۔ تو یہ توڑا اشرفیوں کا تیار ہے۔ کہا مجھ کو کسی چیز کی ضرورت نہیں، یہ سب چیزیں آپ کو مبارک رہیں۔ مجھے اس وقت آپ کی صورت یاد آگئی اور ایسا دل بے چین ہوا۔ کہ بلا دیکھے رہ نہ سکا۔ بس جائیے آرام کیجئے۔ کیا اس کی نظیر دنیا داروں میں مل سکتی ہے۔ غرض دوستی کی شرط یہ ہے کہ یوں نہ کہے کیا چاہیئے۔ بلکہ بلا کہے۔ جان و مال سے حاضر ہو جائے۔ جب مجازی دوست کے ساتھ محبت کا یہ مقتضا ہے۔ تو خدا تعالٰے کے ساتھ تعلق کا مقتضا تو ظاہر ہے۔ کہ کیا ہونا چاہیئے۔ خدا تعالٰے کو سب سے زیادہ

محبوب سمجھو اور اس سے آبرو کو یا جان کو یا مال کو بچانا روا نہ رکھو اور دیر نہ کرو ؎

گرجان طلبی مضائقہ نیست ——— ور زر طلبی سخن دریں است

اگر جان مانگو تو جان حاضر ہے لیکن اگر مال و زر طلب کرو تو یہ سوچنے کی بات ہے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ بخل نہ کرو کہ وہ اپنے ساتھ ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کو کسی چیز کی احتیاج نہیں جو کچھ خرچ کراتے ہیں وہ صرف تمہارے نفع کے لئے ہے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ خلوص اور عشق کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ ایسا جیسے کسی بخیل سے دوست نے کچھ مانگا کہا محبت رکھیں پاک اور لینے دینے کے منہ میں خاک۔ ہماری تمہاری محبت ہے۔ اور لینے دینے کا جھگڑا ہے۔ اگر ایک بہت بڑا بادشاہ اور لے بھنگی سے کوئی چیز مانگے اور وہ اس کو کورا جواب دے دے تو بادشاہ کی کس قدر توہین کی اور یہ کس قدر جہالت ہے۔ پھر جتنا حق تعالیٰ لیں گے اس سے دو چند نہیں بلکہ اضعافا مضاعفہ اور ہزاروں گنا زیادہ دیں گے۔ محبت میں ظاہراً مرجاتا ہے۔ مگر شعر ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ——— ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

یعنی جس کو عشق حقیقی سے روحانی زندگی حاصل ہو گئی تو اس کو مرجانے کے بعد بھی زندہ ہی سمجھنا چاہیئے ؎

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد ——— آنکہ در وہمت نیاید آں دہد

فانی اور حقیر جان لیتے ہیں اور اس کے بدلے باقی جان عطا کرتے ہیں۔ جو وہم و گمان میں نہیں ہوتا عنایت کرتے ہیں۔ اور کہا ہے ؎

خود کجا باید ایں چنیں بازار را ——— کہ بیک گل می خری بازار را

ایسا بازار کہاں مل سکتا ہے کہ ایک پھول کے بدلہ میں چمن ہی خرید لے۔ بات یہ ہے کہ ہم لوگوں کو خدا سے پوری محبت ہی نہیں، اس لئے ان کے

احکام تسلیم کرنے میں تامل ہوتا ہے۔ جانتے ہیں کہ فلاں رسم بری ہے۔ مگر کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ہے تو شرع کی بات مگر ہماری برادری میں ہیٹی ہوگی۔ معلوم ہوا کہ یہ لوگ تمام ہی محبت ہے ؎

نسازد عشق را کنج سلامت   خوشا رسوائی کوئے ملامت

یعنی عشق کو گوشہ سلامتی موافق نہیں۔ اس کے مناسب تو کوچہ رسوائی ہے کہیں عاشق کو ملامت کا اثر ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس کو تو ملامت میں مزا آتا ہے۔ اور ملامت سے خوف ہونا تو دلیل اس بات کی ہے۔ کہ عشق کی ہوا بھی نہیں لگی اسی واسطے کہا ہے ؎

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں   شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

دلا لیلےٰ میں خطرات بہت ہیں۔ اس کے قطع کرنے کے لئے مجنوں ہونا پہلی شرط ہے۔ جب مجنوں عاشق ہو گئے۔ تو کوئی خطرہ باقی نہیں۔ تھا خود عاشق پر تو کیا اثر ہوتا کہ وہ دوسروں جیسا ہو جاوے۔ وہ تو دوسروں کو بھی اپنا ہی سا بنانا چاہتا ہے۔ چنانچہ دوسروں کو مشورہ دینے کے لئے کہتے ہیں ؎

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار   بگذارند و خم طرہ یارے گیرند

مصلحت یہ ہے۔ کہ سارے جہاں کی مصلحت کو چھوڑ کر دوست محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

سب مصلحت اور انجام بینی رکھی رہ جاتی ہے جس وقت عشق کی ذرا سی بھی ہوا لگ جاتی ہے۔ اور آدمی آبرو اور جان اور مال سب محبوب کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ اور اگر وہ ان سب کو قبول کرلے۔ تو احسان مند ہوتا ہے۔ عشق کی ہوا بھی نہیں لگی ہے۔ جو مصلحت اور پالیسی لئے پھرتے ہیں۔ اس مضمون کو عصر حاضر کے اسلامی شاعر اقبال مرحوم نے یوں پیش کیا ہے

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل   عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی
بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق   عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

عشق فرمودہ قاصد سے سُبک گام عمل   عقل سمجھی ہی نہیں معنے پیغام ابھی

جب منصورؒ سے دریافت کیا گیا۔ کہ آپ انا الحق کیوں کہتے ہیں۔ حالانکہ ایسا کہنے میں آپ کی جان چلی جائے گی۔ آپ اس لفظ کو ہرگز زبان پر نہ لائیں۔ منصورؒ نے جواب دیا سہ

من نمی گویم انا الحق یار می گوید بگو
چو نمی گویم مرا دلدار می گوید بگو

یعنی میں اپنے ارادے سے انا الحق نہیں کہتا۔ بلکہ میرا دوست مجھ سے کہتا ہے۔ کہ ایسا کہو۔ اور جب میرا دوست یوں کہنے کا حکم دے۔ تو پھر میں کیسے نہ کہوں۔ کیا جان کی خاطر دوست کا کہنا نہ مانوں۔ ایک جان کیسی اگر ایسی ہزار جانیں بھی جاتی رہیں۔ تو کچھ پرواہ نہیں۔ میں کہنا ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ اور دوست کا کہنا دل سے مانوں گا۔

مصلحت اور پالیسی کی ضرورت وہیں ہوتی ہے۔ جہاں دو مختلف طرف کے تعلق کو نبھانا پڑتا ہے۔ کہ اس کو بھی راضی رکھنا ہے۔ اور اس کو بھی لہذا کچھ ادھر کی بات ہو۔ اور کچھ اُدھر کی۔ بس ایک کو لو۔ اور سب کو ترک اور اس کے سامنے کسی کی پرواہ نہ کرو۔ عاشق کو کیا پرواہ ہونی چاہیئے۔ عاشق کا مذہب تو یہ ہوتا ہے سہ

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں   مانمی خواہیم ننگ و نام را

اگرچہ عقلاء کے نزدیک بدنامی کی بات ہے۔ لیکن ہم ننگ و ناموس کے خواہاں نہیں ہیں۔ معمولی عشقوں میں یہی ہوتا ہے۔ اور خدا کا نام لینے والے کے نزدیک تو دنیا و مافیہا بھی کچھ نہیں۔ کیسا ننگ اور کیسا نام و اللہ سب ہوا ہو جاتے ہیں۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں سہ

اے دوائے نخوت و ناموس ما   اے تو افلاطون و جالینوس ما

اے ہمارے ننگ و ناموس کے طبیب اے ہمارے افلاطون اور جالینوس نخوت

وناموس کی تو یہ محبت پھونک دینے والی ہے۔ ان کا تو نام ہی نہیں رہتا قیامت تک یہ مصلحت اندیشی عشق میں نہیں ہو سکتی، کہ بیٹی ہوگی، عاشق کی نظر ایک ہی پر پڑتی ہے۔ دوسرا کوئی نظر میں ہوتا ہی نہیں، غرض جب خدا کا نام لیا، تو اسی کے ہو رہو۔ اور اس سے کوئی چیز ذخیرہ نہ کرو جان و مال آبرو سب اس پر فدا کر دو۔

طالبان خدا سے بڑے بڑے مجاہدے منقول ہیں سلطنتیں چھوڑ دی ہیں، بعضے خشک مزاجوں کو غلبہ کے اثر میں بھی کلام ہے۔ مگر غلبہ ایسی چیز ہے کہ جب تک کسی کو پیش نہیں آتا ہے، تب تک جو چاہے باتیں بنالے اور حجت اور دلیل کا مطالبہ کرے۔ اور جب پیش آجاوے۔ تو کوئی چیز بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ آخر حضرت ابراہیم بن ادہمؒ میں کیا بات تھی جو انہوں نے سلطنت چھوڑ دی۔ عقل اس کے لئے کافی نہیں۔ نہ علم سے یہ بات ہو سکتی ہے، ہزاروں تاویلیں اس میں ہم ہی کر لیتے، کہ سلطنت نہ چھوڑنا چاہیئے کیونکہ اس میں خدمت خلق ہے۔ کوئی دوسرا نہ معلوم دین کا خیال کرے یا نہ کرے مگر ان پر تو حال غالب تھا۔ جس نے سب تاویلوں کا دروازہ بند کر دیا۔ صاحب حال کو تاویلیں سوجھتی ہی نہیں۔ حال کے غلبہ کے آثار ہی دوسرے ہوتے ہیں۔ اسی لئے یوں کہتے ہیں ؎

پرسید یکے کہ عاشقی چیست ۔۔۔ گفتم کہ چو ما شوی بدانی

یہی حال خدا کے راستہ کا ہے، کہ آدمی دور سے جو چاہے کہہ لے۔ اور طالبان خدا پر اعتراض کر لے، مگر ذرا ادھر کو رخ کر کے پھر دیکھیں۔ وہ اعتراض کدھر جاتے ہیں۔ اور دنیا اس کو کیسے یاد رہتی ہے ؎

تا بدانی ہر کہ یزداں بخواند ۔۔۔ از ہمہ کار جہاں بیکار ماند

جس شخص کو اللہ تعالٰی اپنا بنالیتے ہیں، اس کو دنیا کے تمام کاموں سے بیکار کر دیتے ہیں، اس وقت یہ حالت ہوگی کہ دنیا سے منع نہ کرنا۔ تو درکنار اگر

امر بھی کیا جاوے گا۔ دنیا کی طلب کا تو اس سے نہ ہو سکے گا۔ بہت موٹی سی مثال اس کی یہ ہے۔ کہ ایک طوائف سے کسی کا دل لگ گیا ہو، تو وہ اسی کا ہو رہتا ہے۔ اور بی بی کو بھول جاتا ہے، حتیٰ کہ اگر وہ طوائف اب اس کو اجازت بھی دے۔ کہ بی بی کے پاس جاؤ۔ بلکہ اس کا امر بھی کرے۔ تب بھی وہ نہ کر سکے گا۔ محبت میں تو خاصیت ہی یہ ہے۔ کہ اور کچھ رہتا ہی نہیں جب ایک بازاری عورت کے عشق میں یہ خاصیت ہے تو ؎

عشق مولیٰ کے کم از لیلےٰ بود گوئے گشتن بہر وے اولےٰ بود

حق تعالیٰ کا عشق لیلےٰ کے عشق سے کہیں کم ہو سکتا ہے، عشق خداوندی میں گیند کی طرح ڈھکنا زیادہ اچھا ہے۔ بزرگان دین نے فرمایا ہے۔ کہ محبت حق میں صادق وہ شخص ہے، جو ہر وقت اس کی یاد میں رہے۔ اور لحظہ بھر بھی اس کی یاد سے غافل نہ ہو۔

ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامیؒ سے پوچھا گیا۔ کہ محبت حق کیا چیز ہے فرمایا محبت اس بات کا نام ہے۔ کہ دنیا و مافیہا سے دل نہ لگایا جائے۔

حضرت شیخ بہاؤالدینؒ فرماتے ہیں۔

ہر کس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند فرزند و عیال خانماں راچہ کند
دیوانہ کنی و ہر دو جہاں را بخشی دیوانہ تو ہر دو جہاں راچہ کند

شاہ رکن عالمؒ فرماتے ہیں ؎

اے دوست دریاد تو مدہوشم گر صد تیغ زنی نخروشم
آہے کہ زیاد تو زنم بوقت سحر گر ہر دو جہاں بدہی نفروشم

حضرت بوعلی قلندرؒ فرماتے ہیں ؎

ہر کس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند فرزند و عزیز و خانماں چہ کند
گر بیاید ملک الموت کہ جانم ببرد تا نہ بینم رخ تو روح دمیدن نہ دہم

جدامجد رحمۃ اللہ علیہ اس قسم کا کوئی شعر پڑھا کرتے تھے ؎

آرزو یہ ہے کہ نکلے دم تمہارے سامنے
تم ہمارے سامنے ہو ہم تمہارے سامنے

میری یہ دلی تمنا ہے سے

میں سو جاؤں یا مصطفٰے کہتے کہتے
کھلے آنکھ صلّ علیٰ کہتے کہتے

حب رسولؐ حب الہٰی کی علامت ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ شانہ نے جو خالق تمام مخلوقات ہے۔ آپ کو اپنا حبیبؐ بنا لیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

ألا یا محبَّ المصطفٰے زِد صبابۃً
وضمّخ لسان الذکرِ منک بطیبہٖ

لہ سن رکھ اے عاشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تو عشق میں خوب ترقی کر اور اپنی زبان کو خوشبوئے ذکر نبوی سے خوب معطر کر۔

ولا تعبأنْ بالمبطلین فانّما
علامۃُ حبّ اللّٰہِ حبّ حبیبہٖ

ے اور اہل بطالت کی کچھ پرواہ مت کر کیونکہ علامت حب الہٰی کی اس کے حبیبؐ کی محبت ہے۔

دلیل العارفین میں لکھا ہے۔ کہ محبت میں صادق وہ ہے۔ کہ والد اور عویش واقربا سے قطع تعلق کر کے خدا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق پیدا کرے۔ اب اللہ والوں کے چند واقعات پر اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں کہ ان کے حالات بھی نمونہ اور اسوہ ہیں۔

۱۔ اسرار الاولیاء میں لکھا ہے۔ کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے نکاح کیا۔ اور زلیخا نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا دین قبول کیا۔ اور یاد حق میں مشغول ہوئی۔ تو ایک روز حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کا پیچھا کرتے تھے۔ اور آپ پیچھا چھڑاتی تھیں۔ اس وقت یوسف علیہ السلام نے پوچھا۔ کہ ایک دن وہ تھا۔ کہ تو میرا پیچھا کرتی تھی۔ اور میں پیچھا چھڑاتا تھا۔ اور آج میں پیچھا کرتا ہوں۔ اور تو چھڑاتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے

کہا اے یوسفؑ اس دن مجھے اللہ تعالےٰ کی آشنائی حاصل نہ تھی، اور اس کی پرستش سے دور تھی، تیرے سوا کسی سے آشنائی نہ تھی، میں سمجھتی تھی کہ بس تو ہی تو ہے اس واسطے میں تیرا پیچھا کرتی تھی، لیکن اب میں نے اللہ تعالےٰ کو پہچان لیا ہے اور اس کی پرستش میں مشغول ہوں، اور مجاہدہ سے مشاہدہ تک پہنچ گئی ہوں، اور اس کی دوستی میرے دل میں قرار پکڑ گئی ہے، پس اے یوسفؑ اب تو تو اور لاکھ تجھ سے بہتر میری نگاہ میں نہیں، جب مجھے اللہ تعالےٰ سے الفت ہو گئی ہے، تو اگر اب میں اس کے غیر سے الفت کر دوں، تو میں جھوٹی مدعی ہوں گی، نہ کہ اس کی محبت میں صادق

۲، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بخارا میں بطور مسافر وارد تھا، وہاں پر ایک شخص کو دیکھا، جو از حد یاد الٰہی میں مشغول تھا، لیکن نابینا تھا، میں نے پوچھا، کب سے نابینا ہوئے ہو، فرمایا جب میرا کام کمالیت کو پہنچ گیا، اور وحدانیت اور جلال و عظمت پر نگاہ پڑنی شروع ہوئی، تو ایک روز بیٹھے بیٹھے میری نگاہ غیر پر جا پڑی، غیب سے آواز آئی، اے مدعی دعویٰ تو ہماری محبت کا کرے، اور دیکھے غیر کی طرف، جب یہ آواز سنی، تو ایسا شرمندہ ہوا کہ بات نہیں ہو سکتی تھی، بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ جو آنکھ دوست کے سوا اس کے غیر کو دیکھے، وہ اندھی ہو جائے، ابھی یہ بات اچھی طرح ختم نہ کرنے پایا تھا، کہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہو گیا (دلیل العارفین)

۳، ایک عابد کی حکایت ہے، کہ وہ کسی صومعہ میں رہتے تھے، شب و روز عبادت میں مشغول تھے، ایک روز آواز آئی کہ تمہاری عبادت قبول نہیں، خواہ کچھ بھی کرو، مگر وہ پھر بھی عبادت ہی میں مصروف رہے، ان کے ایک مرید نے کہا کہ تمہیں کیا مصیبت آئی ہے، کہ وہ تو رخ پھیرتے ہیں، اور تم اس قدر مشقت اٹھاتے ہو، وہ تو دھتکارتے ہیں، اور تم لپٹے جاتے ہو، آخر غیرت بھی کوئی چیز ہے، اس پر وہ رونے لگے، اور کہا کہ یہ تو میں جب کروں، کہ اور کوئی در ہو، کہ اس در کو چھوڑ کر دوسرے در پر چلا جاؤں، خلوص و صدق خالی تھوڑا ہی جاتا

ہے، بس فوراً آواز آئی،

قبول است گرچہ ہنر نیست — کہ جز ما پناہ دگر نیست

یعنی گو تم اس قابل نہیں ہو، مگر پھر آ جاؤ۔

۴۔ حضرت بو علی قلندرؒ ایک دفعہ جا رہے تھے۔ بارش کی وجہ سے تمام راستہ کیچڑ سے بھرا ہوا تھا۔ آپ کی دوسری طرف ایک زنِ بازاری جا رہی تھی آپ کے پاؤں سے تھوڑی سی کیچڑ اس زنِ بازاری کی شلوار پر پڑ گئی زنِ بازاری کے ساتھ اس کا دوست بھی تھا۔ اس نے غصہ میں آ کر حضرت بو علیؒ کے تھپڑ مار دیا آپ نے اس سے کچھ نہ کہا، صرف اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے، دوست اب تم نے یہ روپ دھار لیا ہے، اب اس شکل میں سامنے آ گئے ہو، ان کی نظر مارنے والے پر نہیں تھی بلکہ اس ذات کی طرف تھی، جو اس کو قوت و ارادہ عطا کرتی ہے، تھوڑی دیر بعد کچھ لوگ آئے۔ اور کہنے لگے، یا حضرت زن بازاری کے مکان کو آگ نے گھیر لیا ہے، آپ دعا کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا، اس کے دوست کو غصہ آیا، تو اس نے ہمیں تھپڑ لگا دیا، ہمارے دوست کو غصہ آیا تو اس کے غضب کی آگ نے ان کے گھر کو جلا دیا، یہ دوستوں کی جنگ ہے۔ جس کا جو کوئی دوست ہوتا ہے، وہی اس کی مدد کو پہنچتا ہے،

۵۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا قصہ ہے۔ کہ جب یہ حج کو تشریف لے گئے، تو یہ طواف کر رہے تھے، کہ ان کی نگاہ ایک حسین نوجوان پر پڑی جس کے حسن و جمال سے لوگ تعجب کر رہے تھے، حضرت ابراہیمؒ نے اس کو بڑے غور سے دیکھا اور رونے لگے۔ ان کے بعض ساتھی (بدگمانی سے) کہنے لگے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شیخ پر تو غفلت طاری ہو گئی (کہ ایک حسین لڑکے کو دیکھ کر گھورنے لگے) پھر اس معترض نے شیخ سے عرض کیا، اے میرے سردار یہ دیکھنا کیسا جس کے ساتھ رونا بھی ہے (جس سے خیال ہوتا ہے۔ کہ شاید اس لڑکے کے عشق نے پکڑ لیا) شیخ نے فرمایا۔ کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے ایک عہد کیا ہے

جس کے توڑنے پر قدرت نہیں، ورنہ اس لڑکے کو اپنے پاس بلاتا، اور اس سے ملتا، اس لئے کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ اور میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ میں اس کو بچپن ہی بہت کم عمر میں چھوڑ کر گھر سے نکل گیا تھا، اب یہ جوان ہو گیا۔ تم دیکھ ہی رہے ہو مگر مجھے اللہ تعالےٰ سے شرم آتی ہے۔ کہ جس چیز کو اس کے لئے چھوڑ آیا تھا، اب پھر ادھر لوٹوں، اس کے بعد حضرت شیخ ابراہیمؒ نے تین شعر پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے کہ جب سے میں نے اس پاک ذات کو پہچانا ہے۔ اس وقت سے اب تک جدھر بھی میں نے نظر کی اپنے محبوب کو ادھر ہی پایا۔ مجھے اپنی نگاہ پر یہ غیرت ہے۔ کہ میں اس کے سوا کسی کو نہ دیکھوں۔ اے میرے ذخیرہ کی انتہا، اے میرے سوال کی غایت کاش تیری محبت حشر تک میرے دل میں رہے۔ پھر شیخ نے مجھ سے فرمایا، کہ تم اس لڑکے کے پاس جاؤ۔ اور اس کو سلام کرو، شاید اس سے مجھے تسلی ہو۔ میں اس لڑکے کے پاس گیا، اور میں نے اس سے کہا، حق تعالےٰ شانہٗ تمہارے والد کو برکت عطا فرمائے وہ کہنے لگا، چچا جان میرے والد کہاں۔ وہ تو میرے بچپن ہی میں اللہ کے راستہ میں لگ گئے تھے، کاش میں ایک مرتبہ ان کی زیارت کر لوں۔ اور پھر اسی وقت میری جان نکل جائے، ہائے افسوس یہ کہہ کر وہ رونے لگا، اور رونے کی کثرت سے اس کا دم گھٹنے لگا، پھر اس نے کہا واللہ میری یہ تمنا ہے۔ کہ میں ایک مرتبہ ان کی زیارت کر لوں، پھر اسی وقت مر جاؤں، اس کے بعد چند شعر ذوق شوق کے پڑھے۔ میں حضرت ابراہیمؒ کے پاس لوٹ کر آیا، تو وہ سجدے میں پڑے ہوئے تھے۔ اور آنسوؤں سے سجدہ کی جگہ تر تھی، اور اللہ کے سامنے عاجزی اور زاری کر رہے تھے، اس کے بعد حضرت ابراہیمؒ نے دو شعر پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ میں نے ساری دنیا کو تیرے عشق میں چھوڑ دیا، اور اپنے عیال کو یتیم بنایا تاکہ تجھے دیکھ لوں، اگر تو عشق میں میری حاجت روائی نہ کرے گا۔ تو یہ دل تیرے سوا کسی جگہ بھی سکون نہ پائے گا۔ میں نے حضرت ابراہیمؒ سے کہا۔ کہ آپ اس لڑکے کے لئے دعا کریں، حضرت ابراہیمؒ نے کہا، حق تعالےٰ شانہٗ اس کو گناہوں سے

محفوظ فرمائے۔ اور اپنی مرضیات پر عمل ہی اس کی اعانت فرمائیے۔ (روض) ؎

عبث ہے جستجو بحر محبت کے کنارہ کی
بس اس میں ڈوب ہی جانا ہے اے دل پار ہو جانا

۱۸۔ حضرت شفیق بلخیؒ کہتے ہیں، کہ مجھے مکہ مکرمہ کے راستہ میں ایک اپاہج ملا، جو گھسٹ کر چل رہا تھا میں نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو، کہنے لگا سمرقند سے میں نے پوچھا، وہاں سے چلے ہوئے کتنا عرصہ گذرا کہنے لگا دس برس سے زیادہ ہو گئے، میں بڑے تعجب اور حیرت سے اس کو دیکھنے لگا، وہ کہنے لگا شفیق کیا دیکھ رہے ہو، میں نے کہا۔ تمہارے ضعف اور سفر کی درازی سے تعجب میں پڑ گیا کہنے لگا، شفیق سفر کی دوری کو میرا شوق قریب کر دے گا، اور میرے ضعف کا متحمل میرا مولا ہے۔ اے شفیق تم ایک ضعیف بندے سے تعجب کر رہے ہو جس کو اس کا مالک اٹھائے لئے جا رہا ہے، پھر اس نے دو شعر پڑھے۔ جنکا ترجمہ یہ ہے میرے آقا میں آپ کی زیارت کو جا رہا ہوں۔ اور عشق کی منزل کٹھن ہے، لیکن شوق اس شخص کی مدد کرتا ہے، جس کی مال مدد نہیں کرتا، جس کو راستے کی ہلاکت کا خوف ہو جائے، وہ عاشق نہیں ہے، ہرگز نہیں ہے، اور نہ وہ عاشق ہے، جس کو راستوں کی سختی ارادہ سے روک دے۔ (روض) ؎

راہ یابم یا نیابم آرزوئے می کنم
حاصل آید یا نہ آید جستجوئے می کنم

۱۹۔ شیخ مزنیؒ فرماتے ہیں، کہ میں مکہ مکرمہ میں مقیم تھا مجھ پر ایک گھبراہٹ بہت شدت سے سوار ہوئی، اور میں مدینہ پاک کی حاضری کے ارادہ سے مکہ مکرمہ سے چل دیا جب بیر میمونہ پر پہنچا، تو ایک نوجوان کو پڑا ہوا پایا کہ اس کی نزع کی حالت ہے میں نے اس کے قریب پہنچ کر کہا لا الٰہ الا اللہ پڑھو۔ اس نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اگر میں مر جاؤں تو میرا دل عشق مولیٰ سے بھرا ہوا ہے، اور کریم لوگ عشق ہی کی بیماری میں مرا کرتے ہیں، یہ کہہ کر وہ مر گیا میں نے

اس کو غسل دیا، کفنایا جنازہ کی نماز پڑھی، اور جب اس کو دفنا چکا، تو وہ گھبراہٹ جو مجھ پر سوار تھی جس کی وجہ سے میں نے سفر کا بے اختیار ارادہ کیا تھا، وہ بھی جاتی رہی۔ میں اس کو دفنا کر مکہ مکرمہ واپس آ گیا۔ (روض) سے

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

۸۔ ایک بزرگ کہتے ہیں، کہ میں ایک قافلہ کے ساتھ جا رہا تھا۔ راستہ میں میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ قافلہ سے آگے آگے جا رہی ہے، میں نے خیال کیا کہ یہ ضعیفہ اس لئے قافلہ سے آگے چل رہی ہے۔ کہ کہیں قافلہ کا ساتھ نہ چھوٹ جائے میرے ساتھ چند درم تھے، وہ میں جیب سے نکال کر اس کو دینے لگا، اور اس سے میں نے کہا کہ جب قافلہ منزل پر ٹھہرے، تو مجھے تلاش کر کے مل لینا میں قافلہ والوں سے کچھ چندہ کر کے تجھ کو دے دوں گا۔ اس سے سواری کرایہ کر لینا۔ اس نے اپنا ہاتھ اوپر کو کیا، اور مٹھی میں کوئی چیز لی، تو وہ درم تھے، وہ اس نے مجھے دے دیئے، اور یہ کہا۔ کہ تو نے جیب سے لیے ہم نے غیب سے لئے اس کے بعد میں نے ایک عورت کو دیکھا، کہ وہ خانہ کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے چند اشعار پڑھ رہی ہے، جن کا ترجمہ یہ ہے۔ اے دلوں کے محبوب میرے لئے تیرے سوا کوئی نہیں، آج تو رحم کر دے۔ اس پر جو تیری زیارت کو حاضر ہوئی، میرا صبر جاتا رہا، اور تیرا اشتیاق بہت بڑھ گیا، اور دل کو اس سے انکار ہے، کہ وہ تیرے سوا کسی سے بھی محبت کرے، تو ہی میرا سوال ہے، تو ہی میرا مطلوب ہے، تو ہی میری مراد ہے۔ کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا، کہ تیری ملاقات کب ہو سکے گی مجھے جنت سے اس کی نعمتیں مقصود نہیں، بلکہ جنت اس لئے مطلوب ہے، کہ اس میں تیرا دیدار ہو گا۔ (روض) سے

جس گل کو دل دیا ہے جس پھول پر فدا ہوں
یا وہ بغل میں آئے یا جان قفس سے چھوٹے

۹۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک مرتبہ تنہا حج کو گیا، اور مکہ مکرمہ میں کچھ قیام کر لیا، میری عادت تھی۔ کہ جب رات کا اندھیرا زیادہ ہو جاتا، تو میں طواف کیا کرتا، ایک مرتبہ میں نے ایک نوعمر لڑکی کو دیکھا۔ کہ وہ طواف کر رہی ہے، اور یہ اشعار گا رہی ہے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ میں نے اپنے عشق کو کتنا چھپایا، مگر اب وہ کسی طرح مخفی نہیں رہتا، اب تو اس نے کھلم کھلا میرے پاس ڈیرہ ڈال دیا، جب معشوق کے شوق کا مجھ پر غلبہ ہوتا ہے، تو میرا دل اس کے ذکر سے پھڑکنے لگتا ہے، اور اگر میں اپنے محبوب سے قربت چاہتی ہوں، تو وہ فوراً مجھ سے تقرب کرتا ہے اور جب وہ ظاہر ہوتا ہے، تو میں اس میں فنا ہو جاتی ہوں، اور پھر اسی کے لئے اسی کی بدولت زندہ ہو جاتی ہوں، اور وہ میری حاجت روائی کرتا ہے، حتیٰ کہ میں خوب لذت پاتی ہوں۔ اور مرنے میں آجاتی ہوں، حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں، کہ میں نے اس سے کہا۔ کہ اے لڑکی تو اللہ سے نہیں ڈرتی، ایسی بابرکت جگہ ایسے شعر پڑھتی ہے، وہ میری طرف متوجہ ہوئی، اور کہنے لگی، کہ جنید اگر اللہ کا ڈر نہ ہوتا تو تو مجھے نہ دیکھتا کہ میں میٹھی نیند کو چھوڑے پھرتی ہوں، تو تو دیکھ ہی رہا ہے کہ اللہ کے خوف ہی نے مجھ کو میرے وطن سے دھکیلا اور بھگایا ہے، اسی کا عشق میرے ساتھ لگا ہوا ہے، جس کی وجہ سے میں بھاگی پھر رہی ہوں، اور اسی کی محبت نے مجھے حیران و پریشان کر رکھا ہے۔ اس کے بعد اس نے پوچھا۔ کہ جنیدؒ تم اللہ کا طواف کرتے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ بیت اللہ شریف کا طواف کرتا ہوں، تو اس نے اپنا منہ آسمان کی طرف کیا، اور کہنے لگی سبحان اللہ آپ کی بھی کیا عجیب مشیت ہے۔ جو مخلوق خود پتھر جیسی ہے، وہ پتھروں ہی کا طواف کرتی ہے، اس کے بعد اس نے تین شعر اور پڑھے۔ جن کا مطلب یہ ہے۔ کہ لوگ پتھروں کا طواف کر کے آپ کا قرب ڈھونڈتے ہیں، ان لوگوں کے دل خود بھی پتھروں سے زیادہ سخت ہیں، اور حیرانی میں حیران و پریشان پھر رہے ہیں، اور اپنے خیال میں تقرب کے محل میں اترے ہوئے ہیں، اگر یہ لوگ اپنے عشق میں

پیسے ہوتے۔ تو ان کی صفات اپنی تو غائب ہو جاتیں، اور اللہ کی محبت کی صفات ان میں پیدا ہو جاتیں۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں، کہ میں اس کی اس گفتگو سے غش کھا کر گر گیا۔ جب مجھے غشی سے افاقہ ہوا، تو وہ لڑکی جا چکی تھی (روض)

۱۰۔ ابراہیم بن مہلبؒ کہتے ہیں، کہ میں طواف کر رہا تھا، میں نے ایک باندی کو دیکھا کہ وہ کعبہ شریف کا پردہ پکڑ کر کہہ رہی تھی، اے میرے سردار تجھے مجھ سے محبت کرنے کی قسم میرا دل پھیر دے۔ میں نے اس سے پوچھا۔ کہ اے لڑکی تجھے کس طرح معلوم ہوا، کہ حق تعالےٰ شانہٗ تجھ سے محبت کرتے ہیں۔ کہنے لگی۔ کہ اس کی شفقتوں سے معلوم ہوا۔ میرے پکڑنے کے لیئے اسلامی لشکر بھیجے۔ ان پر کتنے کتنے مال خرچ کئے۔ جب کہیں مجھے کافروں کے پنجہ سے نکالا۔ مجھے مسلمان بنایا۔ اپنی معرفت عطا کی۔ حالانکہ میں اس کو بالکل نہیں جانتی تھی، اے ابراہیم کیا یہ اس کی محبت اور شفقت نہیں، میں نے اس سے پوچھا۔ کہ تجھے اللہ جل شانہٗ سے کتنی محبت ہے۔ کہنے لگی، کہ زیادہ سے زیادہ اور بڑی سے بڑی جو چیز ہو سکتی ہو۔ میں نے پوچھا وہ کیسی ہے۔ کہنے لگی۔ کہ شراب سے زیادہ لطیف اور گلاب کے عرق سے زیادہ دل پسند۔ اس کے بعد اس نے تین شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے، کہ بے چین آدمی صبر و سکون کو نہیں جانتا، کہ کیا ہوتا ہے۔ اس کے پاس تو بہنے والی آنکھیں ہوتی ہیں، جن کو رونے سے بیکار کر دیا ہو، اور ایک بدن ہوتا ہے، جو عشق کے شغلوں کی وجہ سے دُبلا ہو گیا ہو۔ اور فریفتہ کی بیماری کا کیا علاج ہو سکتا ہے، اور محبت کا انجام بڑا سخت ہے، بالخصوص جبکہ مہربانی کرنے والے اس کی طرف تیروں سے مہربانی کرتے ہوں، وہ یہ شعر پڑھتے ہوئے چل دی۔ (روض)

(۱۱) حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں، کہ میں ایک دن بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا، لوگوں کی آنکھیں بیت اللہ پر لگ رہی تھیں جس سے آنکھوں کو سکون مل رہا تھا، کہ دفعتہً ایک شخص بیت اللہ کے قریب آ گئے، اور یہ دعا

کرنے لگے "اے میرے رب تیرا مسکین بندہ جو تیرے دربار سے دھتکارا ہوا ہے، اور تیرے در سے بھاگا ہوا ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے وہ چیز مانگتا ہوں جو سب چیزوں سے زیادہ قریب ہو۔ اور وہ عبادت مانگتا ہوں۔ جو سب سے زیادہ مجھے محبوب ہو۔ اے اللہ میں تجھ سے تیرے برگزیدہ بندوں کے طفیل اور تیرے انبیاءؑ کے وسیلہ سے یہ مانگتا ہوں۔ کہ اپنی محبت کی شراب کا ایک پیالہ مجھے پلادے۔ اور میرے دل پر سے اپنی معرفت سے جہل کے پردے ہٹا دے۔ تاکہ میں شوق کے بازوؤں سے اڑ کر تیرے تک پہنچ جاؤں۔ اور عرفان کے باغوں میں تیرے سے سرگوشیاں کروں"

اس کے بعد وہ شخص اتنے روئے۔ کہ آنسو ٹپ ٹپ زمین پر گر رہے تھے۔ پھر ہنسے اور چل دیئے۔ ذوالنونؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں ان کے پیچھے چل دیا۔ اور میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ یہ شخص یا تو بڑا کامل ہے۔ یا کوئی پاگل ہے۔ وہ مسجد سے باہر نکل کر ایک ویرانہ کی طرف چل دیئے میں پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ وہ مجھ سے کہنے لگے تمہیں کیا ہوا کیوں چلے آ رہے ہو۔ اپنا کام کرو۔ میں نے پوچھا۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ تمہارا کیا نام ہے۔ کہنے لگے۔ عبداللہ (اللہ کا بندہ) میں نے پوچھا۔ کہ آپ کے والد کا کیا نام ہے۔ کہنے لگے۔ عبداللہ۔ میں نے کہا۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ سب ہی اللہ کے بندے ہیں۔ اور اللہ کے بندوں کی اولاد ہیں۔ تمہارا نام کیا ہے۔ کہنے لگے میرے باپ نے میرا نام سعدون رکھا تھا۔ میں نے کہا۔ جو سعدون مجنوں کے نام سے مشہور تھے۔ کہنے لگے۔ کہ ہاں وہی ہوں۔ میں نے پوچھا کہ وہ کون برگزیدہ لوگ ہیں۔ جن کے وسیلہ سے تم نے دعا کی۔ کہنے لگے۔ وہ لوگ ہیں۔ جو اللہ کی طرف ایسے چلتے ہیں۔ جیسے وہ شخص چلتا ہے۔ جس نے عشق کو اپنا نصب العین بنا رکھا ہو۔ اور وہ دنیا سے ایسے الگ ہو گئے ہوں۔ جیسا وہ شخص ہو جس کے دل کو کسی چیز نے پکڑ لیا ہو۔ اس کے بعد وہ کہنے لگے۔ کہ ذوالنونؒ میں نے سنا

ہے۔ تم یہ کہتے ہو، کہ میں اسباب معرفت سننا چاہتا ہوں، میں نے کہا، آپ کے علوم سے تو نفع پہنچنا ہی چاہیئے، تو انہوں نے دو شعر عربی کے پڑھے، جن کا مطلب یہ ہے، کہ عارفین کے دل ہر وقت مولا کی یاد میں مشتاق رہتے ہیں، اور اشتیاق میں نالہ کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ اس کے قرب میں منزل بنا لیتے ہیں، اپنے مولا کے عشق میں ایسے خلوص سے لگتے ہیں، کہ اس کے عشق سے ہٹانے والی ان کے لئے کوئی چیز نہیں رہتی۔ (روض)

۱۲۔ شیخ ابوبکر کتانیؒ فرماتے ہیں، کہ ایک مرتبہ حج کے زمانے میں مکہ مکرمہ میں مشائخ کے درمیان عشق الٰہی کے مسئلہ میں بحث ہوئی۔ اور بڑے بڑے مشائخ نے اس میں کلام کیا، حضرت جنید بغدادیؒ بھی مجمع میں تشریف رکھتے تھے۔ اور وہ اس مجلس کے چھوٹوں میں تھے، مشائخ نے ان سے فرمایا، کہ عراقی تم بھی کچھ کہو، حضرت شیخ جنیدؒ نے سر جھکایا۔ اور آنسو آنکھوں سے بہنے لگے۔ اور فرمایا عاشق وہ بندہ ہے، جو اپنے نفس سے جاتا رہا ہو، اپنے رب کے ذکر میں ہر وقت لگا رہا ہے، اس کے حقوق کی ادائیگی میں مستعد رہے اپنے دل سے ہر وقت اس کو دیکھتا رہے، مولا کی ہیبت کے انوار نے اس کے دل کو جلا رکھا ہو، اور اس کی محبت کی شراب خالص پی رکھی ہو، اور جبار سبحانہٗ اپنی عظمت کے پردوں سے نکل کر اس پر ظاہر ہو گیا ہو، پس وہ عاشق اگر کلام کرے، تو اللہ ہی کے ساتھ ہو، کوئی حرف زبان سے نکالے تو اللہ ہی کی طرف سے ہو، کوئی حرکت کرے، تو اسی کے حکم سے اور اگر ساکن ہو، تو اسی کے ساتھ سکون ہو، پس وہ ہر وقت اللہ ہی سے وابستہ ہے، اللہ ہی کے واسطے ہے، اللہ ہی کے ساتھ ہے، اس تقریر پر سب مشائخ رونے لگے۔ اور فرمانے لگے، کہ اس سے بہتر تعبیر نہیں ہو سکتی۔ اللہ تیری ٹوٹی کو بنائے اے عارفوں کے تاج!

۱۳۔ حضرت مالک بن دینارؒ کہتے ہیں، کہ میں نے ایک نوجوان کو ایک دفعہ دیکھا

کہ قبولیت کے آثار اس کے چہرہ پر ظاہر ہیں، اور آنکھوں سے آنسو لگاتار رخساروں پر بہہ رہے ہیں۔ میں نے اس کو دیکھ کر پہچانا۔ کہ عرصہ ہوا، بصرہ میں ایک زمانہ میں اس کو بڑی ناز و نعمت میں دیکھ چکا تھا۔ اس وقت دیکھ کر میں نے اس کو پہچانا، اور اس کی یہ حالت دیکھ کر مجھے بھی رونا آگیا۔ اس نے بھی مجھے دیکھ کر پہچان لیا، اور مجھے سلام کیا۔ اور کہنے لگا۔ مالکؒ تمہیں خدا کی قسم خاص وقت میں مجھے یاد رکھنا۔ اور میرے لئے اللہ تعالےٰ سے مغفرت کی دعا مانگنا۔ کیا بعید ہے۔ اللہ جل شانہٗ میرے حال پہ رحم فرمائے، اور میرے گناہوں کو معاف کر دے۔ اور یہ کہہ کر دو شعر پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے، کہ جب محبوب تیری طرف متوجہ ہو، تو میرا بھی اس سے ذکر کر دیجیو۔ اور یہ کہہ دینا۔ کہ کسی وقت بھی تیری یاد سے اس کا دل خالی نہیں ہوتا، شاید وہ جب میرا نام سنے۔ تو یوں پوچھ لے کہ فلاں شخص پر کیا گزر رہی ہے۔ مالکؒ کہتے ہیں، کہ یہ شعر پڑھ کر وہ روتا ہوا چل دیا۔ اتنے میں حج کا زمانہ آگیا۔ میں حج کے لئے روانہ ہوا۔ اتفاق سے میں مسجد حرام میں بیٹھا تھا۔ کہ میں نے ایک شخص کے گرد مجمع اکٹھا دیکھا۔ اور وہ شخص بے تاب ہو کر رو رہا ہے۔ اور اس کی تڑپ اور بے تابی سے لوگوں کو طواف مشکل ہو گیا۔ میں نے جو اٹھ کر اس کو دیکھا، تو وہی نوجوان تھا۔ میں اس کو دیکھ کر خوش ہوا۔ اور میں نے اس سے کہا۔ کہ اللہ کا شکر ہے، کہ اس نے تیری تمنا پوری کر دی۔ تو اس نے چند شعر پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے، کہ لوگ بلا خوف و خطر منیٰ کی طرف چلے۔ اور جب وہ منیٰ میں پہنچ گئے، تو اپنی آرزوؤں کو پا لیا۔ لوگوں نے اللہ تعالےٰ سے آرزوئیں مانگیں۔ اللہ نے ان کو ان کی تمنائیں عطا کیں۔ اور ان کی خالص توبہ کی بدولت ان کو فحش اور بدکاری سے محفوظ رکھا۔ ان کے اوپر ساقی نے شراب کا دور چلایا۔ اور جب انہوں نے پوچھا۔ کہ ساقی کون ہے۔ تو کہا کہ ؎

انا اللہ فادعونی انا اللہ ربکم
لی المجد والعلیا والملک والثناء

"میں ہوں تمہارا معبود تم مجھے پکارو، میں تمہارا رب ہوں، میرے ہی لئے بزرگی ہے، میرے ہی لئے بڑائی ہے، میرا ہی ملک ہے، اور میرے ہی لئے ساری تعریفیں ہیں۔" مالکؒ کہتے ہیں، کہ میں نے اس سے کہا، کہ واللہ مجھے اپنا حال بتاؤ، کیا گذری، کہنے لگا، بڑی اچھی گذری، مجھے اپنے فضل سے یہاں بلا یار یہی حاضر ہو گیا، اور جو میں نے مانگا، وہ مجھے ملا، پھر اس نے چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے، کہ جب محبوب نے مجھے بلایا، تو میں نے کہا، مبارک مبارک کیا ہی بہتر ہے، تیرا وصال اور کتنی شیریں ہے تیری محبت اور کتنا مزے دار ہے۔ تیرا عشق تیرے حق کی قسم تو ہی مطلوب ہے، تو ہی مقصود ہے، تیری ہی آرزوئیں ہیں، لوگ مجھے تیری محبت میں ملامت کرتے ہیں، کیا کریں، اور جتنی چاہے ملامتیں کریں، میرا دل تیرے سوا کسی چیز کا مشتاق نہیں، لوگ اپنے اپنے معشوقوں کے شہروں کو فلاں فلاں کو یاد کرتے ہیں، کیا کریں، مجھے تو جب کسی شہر کا تذکرہ آجائے تو ہی یاد آتا ہے۔ مالکؒ کہتے ہیں، کہ یہ کہہ کر وہ طواف میں مشغول ہو گیا، پھر مجھے خبر نہیں کہاں گیا۔ (روض)

۱۶۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں، کہ میں ایک سال سخت ترین گرمی کے زمانے میں حج کو چلا، لو بڑی شدت سے چلتی تھی، ایک دن جنگل میں وسط بیابان میں پہنچ گیا، اتفاقاً قافلہ سے بچھڑ گیا، اور مجھے کچھ غنودگی سی آگئی، دفعتہً آنکھ جو کھلی، تو مجھے اس جنگل بیابان میں ایک آدمی نظر آیا، تو میں جلدی جلدی اس کی طرف چلا تو دیکھا، کہ ایک کمسن لڑکا تھا جس کے داڑھی بھی نہ نکلی تھی۔ اور اس قدر حسین کہ گویا چودھویں رات کا چاند ہے۔ بلکہ دوپہر کا سورج ہی ہے ناز و نعمت کے کرشمے چمک رہے ہیں، میں نے اس کو سلام کیا، اس نے کہا ابراہیم وعلیکم السلام میرا نام لینے پر مجھے انتہائی حیرت ہوئی، اور مجھ سے سکوت نہ ہو سکا، میں نے بڑے تعجب سے پوچھا، کہ صاحبزادے تجھے میرا نام کس طرح معلوم ہوا، تو نے تو مجھے کبھی دیکھا بھی نہیں، کہنے لگا، کہ ابراہیم! جب سے مجھے معرفت حاصل

ہوئی میں انجان نہیں بنا، اور جب سے مجھے وصال نصیب ہوا کبھی فراق نہیں ہوا
میں نے پوچھا کہ اس سخت گرمی میں اس جنگل میں تجھے کیا مجبوری کھینچ کر لائی ہے کہنے
لگا کہ ابراہیمؑ اس کے سوا میں نے کبھی کسی سے انس پیدا نہیں کیا، اور نہ اس
کے سوا کبھی کسی کو ساتھی اور رفیق بنایا۔ میں اس کی طرف بالکلیہ منقطع ہو چکا
ہوں، اور اس کے معبود ہونے کا اقرار کر چکا ہوں۔ میں نے پوچھا۔ کہ تیرے کھانے
پینے کا ذریعہ کیا ہے۔ کہنے لگا کہ محبوب نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ میں نے
کہا، خدا کی قسم مجھے ان عوارض کی وجہ سے جو میں نے ذکر کئے، تیری جان کے ہلاک
ہونے کا اندیشہ ہے۔ تو اس نے روتے ہوئے کہ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی
لڑی موتیوں کی طرح سے اس کے رخساروں پر پڑ رہی تھی، چند شعر پڑھے جن کا
ترجمہ یہ ہے۔ کہ کون شخص ڈرا سکتا ہے۔ مجھ کو جنگل کی سختی سے حالانکہ میں اس
جنگل کو اپنے محبوب کی طرف چل کر قطع کر رہا ہوں، اور اس پر ایمان لا چکا ہوں
عشق مجھ کو بے چین کر رہا ہے، اور شوق ابعاد سے لیے جاتا ہے، اور اللہ کا
چاہنے والا کبھی کسی آدمی سے نہیں ڈر سکتا، اگر مجھے بھوک لگے گی۔ تو اللہ کا
ذکر میرا پیٹ بھرے گا، اور اللہ کی حمد کی وجہ سے میں پیاسا نہیں ہو سکتا۔ اور
اگر میں ضعیف ہوں، تو اس کا عشق مجھے حجاز سے خراسان تک لے جا سکتا ہے
تو میرے بچپن کی وجہ سے مجھے حقیر سمجھتا ہے۔ اپنی ملامت کو چھوڑ جو ہونا تھا، ہو
چکا۔ میں نے پوچھا تجھے خدا کی قسم اپنی صحیح صحیح عمر بتا کیا ہے۔ کہنے لگا کہ تو نے
بڑی سخت قسم مجھ کو دے دی، جو میرے نزدیک بہت ہی بڑی ہے، میری عمر بارہ
برس کی ہے۔ پھر وہ کہنے لگے، کہ ابراہیمؑ تجھے میری عمر پوچھنے کی کیا ضرورت پیش
آئی، میں نے بتا تو دی ہی۔ میں نے کہا مجھے تیری باتوں نے حیرت میں ڈال دیا،
کہنے لگا، اللہ کا شکر ہے۔ اس نے بڑی نعمتیں عطا فرمائیں، اور اللہ کا فضل ہے
کہ اس نے اپنے بہت سے مومن بندوں سے افضل بنایا، ابراہیمؑ کہتے ہیں، کہ مجھے
اس کی حسن صورت، حسن سیرت اور اس شیریں کلام پر بڑا ہی تعجب ہوا۔ میں نے

کہا سبحان اللہ حق تعالےٰ شانہٗ نے کیسی کیسی صورتیں بنائی ہیں۔ اس نے تھوڑی دیر نیچے کو سر جھکایا پھر اوپر کی طرف منہ اٹھا کر بہت ترچھی کڑی نگاہ سے مجھے دیکھا۔ اور چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے " اگر میری سزا جہنم ہو تو میرے لئے ہلاکت ہے، اس وقت میری یہ رونق اور عجیب صورتی کیا بنائے گی، اس وقت میری ساری خوبیوں کو عذاب عیب دار بنا دے گا، اور جہنم میں طویل عرصہ تک رونا پڑے گا، اور جبار جل جلالہٗ یہ فرمائے گا، او بدترین غلام تو میرے نافرمانوں میں ہے، تو نے دنیا میں میرا مقابلہ کیا، میری حکم عدولی کی کیا تو میرے عہد و پیمان کو (جو ازل میں ہوئے تھے) بھول گیا تھا۔ یا میری (قیامت کی) ملاقات کو بھول گیا تھا (اے ابراہیمؒ) تو اس دن دیکھے گا، کہ فرمانبرداروں کے منہ چودہویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے، اور حق تعالےٰ شانہٗ اپنے اوپر سے انوار کے پردے ہٹا دیں گے۔ جس کی وجہ سے یہ فرمانبردار اس پاک ذات کی زیارت سے ایسے مبہوت ہو جائیں گے، کہ اس کے مقابلے میں ہر نعمت اور ہر راحت کو بھول جائیں گے، اور حق تعالےٰ شانہٗ ان فرمانبرداروں کو ہیبت اور خوشنودی کا لباس پہنائیں گے۔ اور ان کے چہروں کو رونق اور شادابی عطا ہوگی"
یہ اشعار پڑھ کر کہنے لگا۔ اے ابراہیمؒ مجھ وہ ہے، جو دوست سے منقطع ہو گیا ہو، اور وصال اس کو حاصل ہے جس نے اللہ کی اطاعت سے وافر حصہ لیا۔
لیکن ابراہیمؒ اپنے رفقاء سفر سے بچھڑ گئے ہو، میں نے کہا ہاں میں ایسا ہی رہ گیا تجھ سے اللہ کے واسطے سوال کرتا ہوں، کہ تو میرے لئے دعا کرے۔ کہ میں اپنے ساتھیوں سے جا ملوں، میرے اس کہنے پہ اس لڑکے نے آسمان کی طرف دیکھا اور کچھ آہستہ آہستہ زبان سے کہا، کہ مجھے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہوئے معلوم ہوئے۔ اس وقت مجھے دفعۃً نیند کا جھونکا سا آیا یا بے ہوشی سی ہوئی۔ اس سے جو میں نے افاقہ پایا۔ تو قافلے کے بیچ میں اونٹ پر اپنے آپ کو پایا۔ اور میرے اونٹ پر جو میرا ساتھی تھا، وہ مجھ سے کہہ رہا تھا، ابراہیمؒ ہوشیار ہو سنبھلے رہو ایسا

نہ ہو۔ اونٹ پر سے گر جاؤ۔ اور اس لڑکے کا مجھے کچھ پتہ نہ چلا کہ وہ آسمان پر اُڑ گیا، یا زمین کے اندر اتر گیا۔ جب ہم سارا راستہ طے کر کے مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور میں حرم شریف میں داخل ہوا، تو کیا دیکھتا ہوں، کہ وہ لڑکا کعبہ شریف کا پردہ پکڑے ہوئے رو رہا ہے، اور چند شعر پڑھ رہا ہے، جن کا ترجمہ یہ ہے۔ میں کعبہ کا پردہ پکڑ رہا ہوں، اور بیت اللہ کی زیارت بھی کر رہا ہوں لیکن دل میں جو کچھ ہے۔ اس کو اور راز کی بات کو تو خوب جانتا ہے۔ میں بیت اللہ کی طرف پیدل چل کر آیا ہوں۔ کہیں سوار نہیں ہوا، اس لیئے کہ میں باوجود اپنی کم سنی کے فریفتۂ عاشق ہوں، میں بچپن ہی سے تجھ پر مرنے لگا ہوں جب کہ میں عشق کو جانتا بھی نہ تھا۔ اور اگر لوگ ملامت کریں، کسی بات پر تو میں ابھی عشق کا طفل مکتب ہوں۔ اے اللہ اگر میری موت کا وقت آ گیا ہو۔ تو شاید میں تیرے وصل سے بہرہ یاب ہو سکوں۔ اس کے بعد وہ بے اختیار سجدہ میں گر گیا، اور میں دیکھتا رہا، اس کے بعد میں اس کے پاس گیا، اور اس کو ہلایا۔ تو وہ انتقال کر چکا تھا رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

ابراہیم کہتے ہیں، کہ مجھے اس کے انتقال کا بڑا سخت صدمہ ہوا، میں وہاں سے اٹھ کر اپنی قیام گاہ پر آیا۔ اور اس کے کفن دینے کے لیئے کپڑا لیا اور مدد کے لیئے ایک دو آدمی ساتھ لئے۔ اور وہاں پہنچا جہاں اس کو مردہ چھوڑ کر آیا تھا۔ تو اس کی نعش کا کہیں پتہ نہ چلا۔ وہاں دوسرے حاجیوں سے دریافت کیا، مگر کسی کو بھی پتہ نہ تھا، کہ کسی نے اس کو دیکھا۔ تو میں سمجھا کہ اللہ جل شانہٗ نے اس کو لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ فرما رکھا تھا، میں وہاں سے اپنی قیام گاہ پر واپس آ گیا، اور مجھے کچھ غنودگی سی آ گئی تو میں نے اس کو خواب میں دیکھا۔ کہ وہ ایک بہت بڑے مجمع میں ہے۔ اور سب سے پیش پیش ہے۔ اور اس پر اس قدر نور چمک رہا ہے، اور ایسے عمدہ جوڑے ہیں، کہ ان کی صفت بیان میں نہیں آ سکتی۔ میں نے اس سے پوچھا

کہ تو وہی لڑکا ہے۔ کہنے لگا۔ کہ میں وہی ہوں، میں نے پوچھا۔ کیا تیرا انتقال نہیں ہوا، اس نے کہا ہاں ہو گیا، میں نے کہا۔ کہ میں نے تو تجہیز و تکفین کے لیے بہت تلاش کیا تھا، کہیں پتہ نہ چلا۔ کہنے لگا۔ ابراہیم حسن جس نے مجھے شہر سے نکالا۔ اور اپنی محبت میں فریفتہ کیا، اور میرے عزیز و اقارب سے جدا کیا، اسی نے مجھے کفن دیا، اور کسی دوسرے کا محتاج نہیں بننے دیا، میں نے پوچھا۔ کہ حق تعالےٰ شانہٗ نے مرنے کے بعد تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا، اس نے کہا۔ کہ اللہ جل جلالہٗ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا، اور فرمایا۔ کہ تو کیا چاہتا ہے، میں نے عرض کیا، کہ الٰہا تو ہی مقصود ہے، اور تیری بقا مجھے آرزو ہے، فرمایا کہ بیشک تو میرا سچا بندہ ہے، اور جو تو مانگے اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہے، میں نے عرض کیا، کہ میں یہ چاہتا ہوں، کہ میرے زمانے کے تمام آدمیوں میں میری سفارش قبول فرمالے، ارشاد ہوا، کہ ان سب کے بارے میں تیری سفارش مقبول ہے ابراہیمؒ کہتے ہیں، کہ اس کے بعد اس لڑکے نے خواب میں مجھ سے رخصتی مصافحہ کیا اور میں نیند سے بیدار ہو گیا، میں نے اپنے حج کے جو ارکان باقی تھے۔ وہ پورے کئے، لیکن اس لڑکے کی یاد سے اور اس کے رنج سے میرے دل کو قرار نہ تھا۔ میں حج سے فارغ ہو کر واپس ہوا، لیکن راستہ میں سارے قافلہ والے یہ کہتے تھے۔ کہ ابراہیمؒ تیرے ہاتھ کی مہک سے ہر شخص حیران ہے۔ کہ کیسی خوشبو آ رہی ہے، اور اس واقعہ کے نقل کرنے والے کہتے ہیں، کہ مرنے تک ابراہیمؒ کے ہاتھوں میں سے وہ خوشبو آتی رہی، (روض)

۱۵۔ محمد بن حسین بغدادیؒ فرماتے ہیں، کہ میں ایک سال حج کو گیا، میں اتفاق سے مکہ کے بازار سے گذر رہا تھا۔ کہ ایک بوڑھا آدمی ایک لڑکی کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا، لڑکی کا رنگ متغیر ہو رہا تھا۔ بدن بہت لاغر لیکن اس کے چہرہ پر ایک نورانی چمک تھی، وہ بوڑھا پکار رہا تھا۔ کہ کوئی اس لڑکی کا خریدار ہے۔ کوئی ہے جو اس کو پسند کرے، کوئی ہے جو بیس اشرفی سے اس کی قیمت زیادہ دے

اس شرط پر کہ میں اس کے ہر عیب سے بری ہوں، میں نے اس شیخ کے قریب جا کر پوچھا کہ اس باندی کی قیمت کا حال تو معلوم ہو گیا، اس میں عیب کیا ہے وہ کہنے لگا، کہ یہ لڑکی پاگل ہے۔ ہر وقت غمزدہ رہتی ہے۔ رات بھر نماز پڑھتی ہے، دن بھر روزہ رکھتی ہے۔ نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔ ہر جگہ بالکل تنہائی پسند کرتی ہے، جب میں نے اس کی بات سنی، تو وہ لڑکی مجھے پسند آگئی، اور میں نے اس کو خرید لیا، اور اپنی قیام گاہ پر لے گیا، میں نے اس کو دیکھا، کہ وہ زمین کی طرف سر جھکائے بیٹھی ہے۔ پھر اس نے سر اٹھایا، اور کہنے لگی، کہ میرے چھوٹے آقا آپ کا وطن کہاں ہے، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ میں نے کہا عراق ہے، کہنے لگی، کونسا عراق بصرہ یا کوفہ، میں نے کہا دونوں نہیں۔ کہنے لگی تو کیا آپ بغداد کے رہنے والے ہیں، میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگی۔ واہ واہ وہ تو عابدوں کا شہر ہے، زاہدوں کا شہر ہے، مجھے تعجب ہوا، کہ یہ باندی ایک کوٹھڑی سے دوسری کوٹھڑی میں جانے والی اس کو عابدوں زاہدوں کی کیا خبر، میں نے اس سے دل لگی کے طور پر پوچھا، کہ تو ان میں سے کن کن عابدوں کو جانتی ہے، کہنے لگی، مالک بن دینارؒ کو، بشر حافیؒ کو، صالح مریؒ کو، ابو حاتم سجستانیؒ کو معروف کرخیؒ کو محمد بن حسین بغدادیؒ کو رابعہ عدویہؒ کو، شعوانہؒ کو میمونہؒ کو، میں نے اس سے پوچھا، کہ تجھے ان سب کا حال کس طرح معلوم ہوا، کہنے لگی۔ اے جوان میں ان کو کیسے نہ جانوں، خدا کی قسم یہ لوگ دلوں کے طبیب ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں، جو عاشق کو معشوق کا راستہ بتاتے ہیں، پھر اس نے چار شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے، یہ قوم وہ لوگ ہیں، جن کے فکر اللہ کے ساتھ وابستہ ہو گئے، پس ان کے لئے کوئی فکر ہی کسی اور کا نہیں رہا، ان لوگوں کا مقصد صرف ان کا مولیٰ اور ان کا سردار ہے، کیا ہی بہترین مقصد ہے، جو صرف ایک بے نیاز ذات کے واسطے ہے، نہ تو دنیا ان سے الجھتی ہے، اور نہ کھانوں کی عمدگی نہ دنیا کی لذتیں نہ اولاد نہ ان سے اچھا لباس جھگڑتا ہے

نہ مال کی روز افزوں زیادتی نہ تعداد کی کثرت اس کے بعد میں نے کہا اے لڑکی میں محمد بن حسین ہی ہوں، کہنے لگی۔ کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تھی، کہ تم سے میری کہیں ملاقات ہو جائے، تمہاری وہ دلکش آواز کیا ہوئی، جس سے تم مریدین کے دلوں کو زندہ کیا کرتے تھے، اور سننے والوں کی آنکھیں اس سے بھر جایا کرتی تھیں۔ میں نے کہا بحالہٖ موجود ہے۔ کہنے لگی، خدا کی قسم مجھے قرآن پاک کچھ سنا دو۔ میں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی، تو اس نے بہت زور سے ایک چیخ ماری، اور بیہوش ہو گئی۔ میں نے اس پر پانی چھڑکا جس سے اس کو افاقہ ہوا، تو کہنے لگی، جس کے نام کا یہ اثر ہے، اگر میں اس کو پہچان لوں، اور جنت میں اس کو دیکھ لونگی، تو کیا حال ہوگا، پھر کہنے لگی، اچھا پڑھیئے اللہ جل شانہٗ آپ پر رحم کرے، میں نے یہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے، کہ جو لوگ برے کام کرتے ہیں، کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں، کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر کر دیں گے۔ جو ایمان لائے، اور اچھے عمل کیئے، کہ ان سب کا جینا مرنا ایک سا ہو جائے (جو ایسا گمان کرتے ہیں) بہت بری تجویز کر رہے ہیں، یہ آیت سن کر وہ کہنے لگی، کہ اللہ کا شکر ہے، ہم نے کبھی کسی کی نہ پرستش کی۔ نہ کسی صنم کو بوسہ دیا، اور کچھ پڑھیئے، اللہ آپ پر رحم کرے۔ میں نے پڑھا، جس کا ترجمہ یہ ہے، کہ بیشک ہم نے ظالموں کے لیئے آگ تیار کر رکھی ہے، جس کی قناتیں ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہونگی، اور اگر وہ لوگ فریاد کریں گے، تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی، جو تیل کے تلچھٹ کی طرح (بدہیئت) ہوگا، (اور ایسا سخت گرم) جو چہروں کو بھون ڈالے گا، کیا ہی برا پانی ہوگا، اور کیا ہی برا ٹھکانا ہوگا۔ وہ کہنے لگی، تم نے اپنے دل پر ناامیدی لازم کر دی، اپنے دل کو امید اور خوف کے درمیان معتدل کرو، کچھ اور پڑھو، اور اللہ جل شانہٗ آپ پر رحم کرے۔ تو میں نے پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے، کہ بہت سے چہرے اس دن خنداں

وشاداں ہوں گے۔ اور یہ پڑھا۔ کہ بہت سے چہرے اس دن بارونق ہونگے
اور اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے، اس پر وہ کہنے لگی، ہائے مجھے اس
دن اس کی ملاقات کا کتنا اشتیاق ہوگا۔ جس دن وہ اپنے دوستوں کے لیے
تجلی فرمائے گا، کچھ اور پڑھیئے۔ اللہ تعالےٰ آپ پر رحم کرے۔ میں نے یہ آئتیں
پڑھیں جن کا ترجمہ یہ ہے، کہ ان (اعلیٰ درجہ والوں) کے پاس ایسے لڑکے جو
ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، یہ چیزیں لے کر ہمیشہ آتے جاتے رہیں گے، آبخورے
اور آفتابے اور ایسے گلاس جو بہتی ہوئی شراب سے بھرے گئے ہوں، کہ نہ اس
سے ان کو دردسر ہوگا، اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا، اور ایسے میوے
لے کر آئیں گے، جن کو یہ لوگ پسند کریں، اور پرندوں کا گوشت جو ان کو
مرغوب ہو، اور ان کے لئے خوب صورت بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں
گی، جیسے پوشیدہ رکھا ہوا موتی یہ سب کچھ بدلہ ہے، ان اعمال کا جو وہ (دنیا
میں) کیا کرتے تھے۔ وہاں نہ بک بک سنیں گے، اور نہ کوئی اور بیہودہ بات
بس سلام ہی سلام کی آواز آئے گی، اور جو داہنے والے ہیں (یعنی ان کے
اعمال نامے داہنے ہاتھ میں ملے ہیں) وہ داہنے والے بھی کیسے اچھے
آدمی ہیں، وہ ان باغوں میں رہیں گے۔ جہاں بغیر کانٹوں کی بیریاں ہوں
گی۔ اور تہ بتہ کیلے لگے ہوئے ہوں گے۔ اور بہت لمبا سایہ ہوگا، اور بہتا
ہوا پانی ہوگا، اور بہت کثرت سے میوے ہوں گے، جو نہ ختم ہوں گے۔ اور
نہ ان کی روک ٹوک ہوگی، اور اونچے اونچے فرش ہوں گے۔ اور (ان کے
لئے بھی عورتیں ہوں گی) جن کو ہم نے خاص طور سے بنایا یعنی ایسا بنایا۔ کہ
وہ (ہمیشہ ہمیشہ) کنواریاں ہی رہیں گی۔ (یعنی صحبت کے بعد پھر کنواری بن
جائیں گی)، اور (ناز و انداز کے لحاظ سے) محبوبہ ہوں گی۔ اور (جنت والوں
کی) ہم عمر ہوں گی۔ اور یہ سب چیزیں داہنے والوں کے لئے ہیں، پھر وہ لڑکی
مجھ سے کہنے لگی، میرا خیال ہے، کہ تم نے بھی حوروں سے منگنی کی ہے، کچھ ان

کے مہروں کے واسطے بھی خرچ کیا ہے۔ میں نے پوچھا۔ کہ مجھے بتا دے، ان کا مہر کیا ہوگا، میں تو فقیر آدمی ہوں، کہنے لگی، رات کو تہجد پڑھنا دن کو روزہ رکھنا اور فقراء و مساکین سے محبت رکھنا، اس کے بعد اس باندی نے چند شعر پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے، اے وہ شخص جو حوروں سے ان کے پردہ میں منگنی کرتا ہے، اور ان کے عالی مرتبہ کے باوجود ان کا طالب ہے، کوشش کے ساتھ کھڑا ہو جا سستی ہرگز نہ کر، نفس سے مجاہدہ کر اس کو صبر کا عادی بنا رات کو تہجد پڑھا کر دن کو روزہ رکھا کر یہ ان کا مہر ہے، اگر تیری دونوں آنکھیں ان کو اس حال میں دیکھ لیں، جبکہ وہ تیری طرف متوجہ ہو رہی ہوں، اور ان کے سینوں پر اناروں کی طرح سے ان کے پستان ابھر رہے ہوں، اور وہ اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ چل رہی ہوں۔ اور ان کے سینوں پر چمکتے ہوئے ہار پڑے ہوئے ہوں۔ تو اس وقت تیری نگاہ میں یہ دنیا کی جتنی زیب و زینت ہے، ساری ہی سبک بن جائے۔ یہ اشعار پڑھ کر اس کو بیہوشی طاری ہوگئی۔ میں نے پھر اس کے چہرہ پر پانی وغیرہ چھڑکا۔ تو اس کو افاقہ ہوا، اور اس نے چند شعر پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے، اے اللہ تعالٰی تو مجھے عذاب سے بچائیو، بیشک میں اپنے گناہوں کا جو مجھ سے صادر ہوئے، اقرار کرنے والی ہوں۔ تو نے کتنی کثرت سے میری خطاؤں کی لغزشیں معاف فرمائی ہیں تو بڑے فضل والا ہے، بڑے احسان والا ہے۔ لوگ مجھے اچھا آدمی گمان کرتے ہیں، لیکن اگر تو میری خطائیں معاف نہ کر دے، تو میں بدترین آدمی ہوں میرے لئے کوئی تدبیر نہیں، اس کے سوا کہ تیری بخشش کی امید ہے۔ اور تیرے ساتھ مجھے حسن ظن ہے۔ یہ اشعار پڑھ کر اس باندی کو پھر غشی ہوگئی۔ میں جو اس کے قریب پہنچا تو مر چکی تھی۔ مجھے اس کے انتقال کا بے حد صدمہ ہوا، میں اٹھ کر بازار گیا۔ کہ اس کی تجہیز و تکفین کا سامان خرید کر لاؤں۔ جب میں بازار سے لوٹا۔ تو وہ کفنی کفنائی خوشبو لگی ہوئی معطر نعش رکھی ہوئی تھی

دو سبز کپڑوں میں اس کا کفن تھا۔ جو جنت کا لباس تھا۔ کفن میں دو سطریں نور سے لکھی ہوئی تھیں پہلی سطر پہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا تھا۔ دوسری پر یہ آیۃ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ خبردار ہو کہ اللہ کے ولیوں کو نہ تو خوف ہوتا ہے۔ نہ غمگین ہوتے ہیں۔ میں اور میرے ساتھی اس کے جنازہ کو اٹھا کر لے گئے۔ جنازہ کی نماز پڑھ کر دفنا دیا۔ اور اس کی قبر پر سورہ یاسین شریف پڑھ کر اپنے حجرہ میں چلا آیا میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ دل اس کے فراق سے غمگین تھا۔ واپس آکر میں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ اور سو رہا۔ خواب میں دیکھا کہ وہ لڑکی جنت میں پھر رہی ہے۔ نہایت مہکتے ہوئے زعفران کے باغیچہ میں ہے۔ ریشم کے اور استبرق کے جوڑے پہن رہی ہے۔ اس کے سر پر ایک موتیوں سے جڑا ہوا تاج ہے اور پاؤں میں سرخ یاقوت کے جوتے ہیں۔ مشک وعنبر کی خوشبو اس سے مہک رہی ہے۔ اس کا چہرہ شمس و قمر سے زیادہ روشن ہے۔ میں نے کہا۔ اے لڑکی ذرا ٹھہر تو یہ تو بتا دے۔ کہ یہ مرتبہ کس عمل کی بدولت تجھے ملا۔ کہنے لگی۔ کہ فقراء اور مساکین کی محبت سے اور استغفار کی کثرت سے اور مسلمانوں کے راستہ میں سے تکلیف دینے والی چیز کے ہٹا دینے سے۔ پھر اس نے تین شعر پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جس کی آنکھیں راتوں کو جاگتی ہیں۔ اور اپنے مالک کے عشق کی بے چینی میں رات گزار دے۔ اور کسی دن اپنی کوتاہیوں پر نوحہ کر لیا کرے۔ اور اپنی خطاؤں پر رو لیا کرے۔ اور شب کو اکیلا کھڑا ہو۔ اللہ کے عذاب کے خوف سے اختر شماری کرتا ہو۔ اس حال کی حق تعالیٰ شانہٗ کی نگاہ حفاظت کر رہی ہو (روض)

۱۴) حضرت عطاؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک بازار میں گیا۔ وہاں ایک باندی فروخت ہو رہی تھی۔ جو دیوانی بتائی جاتی تھی۔ میں نے سات دینار میں خرید لی۔ اور اپنے گھر لے آیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گزرا۔ تو میں نے دیکھا کہ وہ اٹھی وضو کیا۔ نماز

شروع کر دی، اور نماز میں اس کی یہ حالت تھی، کہ روتے روتے اس کا دم نکلا جاتا تھا، نماز کے بعد اس نے مناجات شروع کی، اور یہ کہنے لگی، اے میرے معبود آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرما، میں نے اس سے کہا، کہ اس طرح نہ کہو، یوں کہو کہ مجھے تجھ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سن کر اس کو غصہ آ گیا، اور کہنے لگی، قسم ہے اس ذات کی، اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی۔ تو تجھے میٹھی نیند نہ سلاتا، اور مجھے یوں کھڑا نہ رکھتا، پھر اوندھے منہ گر گئی، اور چند شعر پڑھے، جن کا مطلب یہ ہے، کہ بے چینی بڑھتی جا رہی ہے، اور دل جلا جا رہا ہے، اور صبر جاتا رہا، اور آنسو بہہ رہے ہیں، اس شخص کو کس طرح قرار آ سکتا ہے، جس کو عشق و شوق اور اضطراب سے چین ہی نہیں۔ اے اللہ اگر کوئی خوشی کی چیز ہو، تو اس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما، اس کے بعد بلند آواز سے یہ دعا کی، کہ یا اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب تک پوشیدہ تھا، اب مخلوق کو خبر ہو چلی، اب مجھے اٹھا لیجئے۔ یہ کہہ کر زور سے ایک چیخ ماری، اور مر گئی،

۱۷، اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت سری کے ساتھ بھی پیش آیا، کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خدمت کے لئے ایک باندی خریدی، ایک مدت تک وہ میری خدمت کرتی رہی، اور اپنی حالت کا مجھ سے اخفا کرتی، اس کی نماز کی ایک جگہ متعین تھی جب کام سے فارغ ہو جاتی، وہاں جا کر نماز میں مشغول ہو جاتی، ایک رات میں نے دیکھا، کہ وہ کبھی نماز پڑھتی ہے، اور کبھی مناجات میں مشغول ہو جاتی ہے، اور کہتی ہے، کہ آپ اس محبت کے وسیلہ سے جو مجھ سے ہے، فلاں فلاں کام کر دیں، میں نے آواز سے کہا، کہ اے عورت یوں کہہ کہ میری محبت کے وسیلہ سے جو تجھے آپ سے ہے، کہنے لگی، میرے آقا اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی، تو تمہیں نماز سے ہٹلا کر مجھے کھڑا نہ کرتا، سری کہتے ہیں، جب صبح ہوئی تو میں نے اسکو بلا کر کہا، کہ تو میری خدمت کے قابل نہیں۔ اللہ ہی کی عبادت کے

لائق ہے۔ اس کو کچھ سامان دے کر آزاد کر دیا۔

۱۸۔ محمد بن معاذ کہتے ہیں، کہ مجھ سے ایک عبادت گذار عورت نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہونے کو جا رہی ہوں۔ وہاں دیکھا کہ سارے آدمی جنت کے دروازہ پر کھڑے ہیں، میں نے پوچھا یہ کیا بات ہے، یہ سب کے سب دروازہ پر کیوں جمع ہو گئے۔ کسی نے بتایا کہ ایک عورت آ رہی ہے، جن کے آنے کی وجہ سے جنت کو سجایا گیا ہے، یہ سب ان کے استقبال کے واسطے باہر آ گئے ہیں۔ میں نے پوچھا وہ عورت کون ہیں؟ کہنے لگے، کہ ایکہ کی رہنے والی ایک سیاہ باندی ہیں، جن کا نام شعوانہ ہے، میں نے کہا۔ خدا کی قسم وہ تو میری بہن ہے، اتنے میں دیکھا کہ شعوانہ ایک نہایت عمدہ خوش نما اصیل اونٹنی پر بیٹھی ہوا میں اڑی آ رہی ہیں، میں نے ان کو آواز دی، کہ میری بہن تمہیں اپنا اور میرا تعلق معلوم ہے، اپنے رب سے دعا کر دو۔ کہ مجھے بھی تمہارے ساتھ کر دے۔ وہ یہ سن کر ہنسیں۔ اور کہنے لگیں ابھی تمہارے آنے کا وقت نہیں آیا۔ لیکن میری دو باتیں یاد رکھنا (۱) آخرت کے غم کو اپنے ساتھ چمٹا لو۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت اپنی ہر خواہش پر غالب کر دو۔ اور اس کی پرواہ نہ کرو۔ کہ موت کب آئے گی، یعنی ہر وقت اس کے لئے تیار رہو۔ (احیاء)

۱۹۔ حضرت حلیمہ عدویہ جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو جاتیں، تو اپنے کپڑوں کو اپنے اوپر اچھی طرح لپیٹ کر چھت پر کھڑی ہو جاتیں، اور دعا میں مشغول ہو جاتیں، اور کہتیں یا اللہ! ستارے چھٹک گئے، اور لوگ سو گئے۔ بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر دیئے، اور ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ تخلیہ میں چلا گیا، اور میں تیرے سامنے کھڑی ہوں، یہ کہہ کر نماز شروع کر دیتیں، اور ساری رات نماز پڑھتیں، جب صبح صادق ہو جاتی۔ تو کہتیں یا اللہ رات چلی گئی، اور دن کا چاندنا ہو گیا، کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا

کہ میری یہ رات تو نے قبول فرما لی، تاکہ میں اپنے کو مبارک باد دوں، یا تو نے رد کر دی، تاکہ میں اپنی تعزیت کروں۔ تیری عزت کی قسم میں ہمیشہ اسی طرح کرتی رہوں گی۔ تیری عزت کی قسم اگر تو نے مجھے اپنے دروازہ سے دھکیل دیا تب بھی تیرے کرم اور تیری بخشش کا جو حال مجھے معلوم ہے، اس کی وجہ سے میں تیرے در سے نہیں ہٹوں گی۔ (احیاء)

۲۰۔ ابوالربیعؒ ایک بزرگ ہیں، وہ کہتے ہیں، کہ میں اور محمد بن المنکدرؒ اور ثابت بنانیؒ کہ یہ دونوں بھی بزرگ ہیں، ایک دفعہ سب کے سب ریحانہؒ کے گھر مہمان ہوئے، وہ آدھی رات سے پہلے اٹھیں۔ اور کہنے لگیں، کہ چاہنے والی اپنے پیارے کی طرف جاتی ہے، اور دل کا خوشی سے یہ حال ہے، کہ نکلا جاتا ہے، جب آدھی رات ہوئی، کہنے لگیں۔ ایسی چیز سے جی لگانا نہ چاہیئے جس کے دیکھنے سے خدا کی یاد میں فرق آوے۔ اور رات کو عبادت میں خوب محنت کرنا چاہیئے، تب آدمی کا خدا دوست بنتا ہے، جب رات گذر گئی تو چلائیں ہائے لٹ گئی، میں نے کہا کیا ہوا کہنے لگیں رات جاتی رہی جس میں خدا سے خوب جی لگایا جاتا ہے۔

۲۱۔ حضرت سری سقطیؒ کہتے ہیں، کہ میں ایک بار شفا خانہ میں گیا، دیکھا کہ ایک جوان لڑکی زنجیروں میں بندھی ہوئی رو رہی ہے، اور محبت کے شعر پڑھ رہی ہے، میں نے وہاں کے داروغہ سے پوچھا، کہنے لگا یہ پاگل ہے، یہ سن کر وہ اور روئی۔ اور کہنے لگی، میں پاگل نہیں ہوں، عاشق ہوں، میں نے پوچھا کس کی عاشق ہے، کہنے لگی جس نے ہم کو نعمتیں دیں، اور جو ہمارے ہر وقت پاس ہے، یعنی اللہ تعالےٰ۔ اتنے میں اس کا مالک آگیا، داروغہ سے پوچھا تحفہؒ کہاں ہے، اس نے کہا اندر ہے، اور حضرت سریؒ اس کے پاس ہیں، اس نے میری تعظیم کی، میں نے کہا۔ مجھ سے زیادہ یہ لڑکی تعظیم کے لائق ہے، اور تو نے اس کا یہ حال کیوں کیا ہے، کہنے لگا کہ میری ساری دولت اس میں لگ

گئی، بیس ہزار روپئے کی میری خریدی ہے، مجھ کو امید تھی، کہ خوب نفع سے بیچوں گا، مگر یہ نہ کھاتی ہے، نہ پیتی ہے، رات دن رویا کرتی ہے، میں نے کہا میرے ہاتھ اس کو بیچ ڈال، کہنے لگا، آپ فقیر آدمی ہیں، اتنے روپیہ کہاں سے دیں گے، میں نے گھر جاکر اللہ تعالیٰ سے خوب گڑگڑا کر دعا کی، ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا، جاکر کیا دیکھتا ہوں، کہ ایک شخص بہت سے توڑے روپیوں کے لئے کھڑا ہے، میں نے کہا، تو کون ہے؟ کہنے لگا میں احمد بن المثنیٰ ہوں، مجھ کو خواب میں حکم ہوا، کہ آپ کے پاس روپیہ لاؤں میں خوش ہوا، اور صبح کو شفا خانہ پہنچا، اتنے میں مالک بھی روتا ہوا آیا میں نے کہا رنج مت کر، میں روپیہ لایا ہوں، دوگنے نفع تک اگر مانگے گا دوں گا، کہنے لگا، اگر ساری دنیا بھی ملے، تو نہ بیچوں گا، میں اس کو اللہ کے واسطے آزاد کرتا ہوں، میں نے کہا یہ کیا بات ہے، کہنے لگا، خواب میں مجھ پر خفگی ہوئی ہے، اور تم گواہ رہو، میں نے سب مال اللہ کی راہ میں چھوڑا، میں نے جو دیکھا، تو احمد بن المثنیٰ بھی رو رہا ہے، میں نے کہا تجھے کیا ہوا، کہنے لگا، میں بھی سب مال اللہ کی راہ میں خیرات کرتا ہوں میں نے کہا، سبحان اللہ بی بی تحفہؒ کی برکت ہے، کہ اتنے آدمیوں کو ہدایت ہوئی، تحفہؒ وہاں سے اٹھیں اور روتی ہوئی چلیں، ہم بھی ساتھ چلے، تھوڑی دور جاکر خدا جانے وہ تو کہاں چلی گئیں، اور ہم سب مکے کو چلے، احمد بن المثنیٰ کا تو راہ میں انتقال ہوگیا، اور میں اور وہ مالک مکے پہنچے، ہم طواف کر رہے تھے، ایک دردناک آواز سنی، پاس جاکر پوچھا کون ہے کہنے لگیں، سبحان اللہ بھول گئے، میں تحفہؒ ہوں، میں نے کہا کہو کیا کیا ملا، کہنے لگیں، اپنے ساتھ میرا جی لگا دیا، اوروں سے اٹھا دیا، میں نے کہا احمد بن المثنیٰ کا انتقال ہوگیا، کہنے لگیں، اس کو بڑے بڑے درجے ملے ہیں، میں نے کہا، تمہارا مالک بھی آیا ہے، انہوں نے کچھ چپکے سے کہا

دیکھتا کیا ہوں، کہ مردہ ہیں، مالک نے جو یہ حال دیکھا بیتاب ہو کر گر پڑا ہلا کر دیکھا۔ تو مردہ ہیں نے دونوں کو کفن دے کر دفن کر دیا ؎

سیکھے ریت عاشقوں کی تن من نثار کرنا
رونا ستم اٹھانا دل سے نیاز کرنا

۲۲۔ حضرت عجرہ نابینا تھیں، ساری رات جاگتیں۔ اور جب سحر کا وقت ہوتا، تو بہت غمگین آواز سے کہتیں، یا اللہ! عابدوں کی جماعت نے تیری طرف چل کر رات کے اندھیرے کو قطع کیا۔ وہ تیری رحمت اور تیری مغفرت کی طرف ایک، دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہے۔ یا اللہ! میں صرف تجھ ہی سے سوال کرتی ہوں، تیرے سوا کسی دوسرے سے میرا سوال نہیں۔ کہ تو مجھے سابقین کے گروہ میں شامل کر لے، اور اعلیٰ علیین تک پہنچا دے۔ اور مقرب لوگوں کے درجہ میں داخل کر دے، اور اپنے نیک بندوں میں شامل کر دے تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، ہر اونچے درجہ والے سے بلند ہے، سارے کریموں سے زیادہ کریم ہے۔ اے کریم (مجھ پر رحم کر) یہ کہہ کر سجدہ میں گر جاتیں، کہ ان کے رونے کی آواز سنائی دیتی۔ اور صبح تک روتی رہتیں، اور دعائیں کرتی رہتیں۔ (احیاء)

۲۳۔ حضرت عتبہ غلام کہتے ہیں، کہ میں بصرہ کے جنگل میں جا رہا تھا۔ میں نے جنگلی لوگوں کے چند خیمے دیکھے، جن کی کھیتی وہاں تھی۔ ان خیموں میں سے ایک خیمہ میں ایک مجنونہ لڑکی تھی، میں نے اس کو سلام کیا۔ اس نے میرے سلام کا جواب نہ دیا، اور چند شعر پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے، کہ وہ زاہد اور عابد فلاح کو پہنچ گئے، جنھوں نے اپنے مولیٰ کی رضا کے لئے اپنے پیٹوں کو بھوکا رکھا، انھوں نے راتوں کو اپنی آنکھوں کو جگایا۔ ان کی ساری رات ایسی حالت میں گزرتی ہے، کہ وہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ ان کو حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت نے ایسا حیرت میں ڈال رکھا ہے، کہ دنیا دار ان کو مجنون

سمجھتے ہیں، حالانکہ زمانہ کے سب سے زیادہ عقل مند لوگ یہی حضرات ہیں، لیکن ان کو ان کے احوال نے بے چین کر رکھا ہے، عتبہ کہتے ہیں، کہ میں اس مجنونہ کے قریب گیا، اور میں نے پوچھا، کہ یہ کھیتی کس کی ہے، کہنے لگی، اگر صحیح سالم رہی۔ تمہاری ہے، میں اس کے بعد دوسرے خیموں کی سیر کرتا رہا، اتنے میں بڑے زور کی بارش شروع ہوگئی۔ اور آسمان سے ایسا موسلا دھار پانی پڑا گویا مشکوں کا منہ کھل گیا، میں نے سوچا، کہ اس مجنونہ کو دیکھوں، وہ اس بارش کے متعلق کیا کہتی ہے، (اس میں تو ساری کھیتیاں برباد ہوگئیں) میں نے جاکر دیکھا۔ کہ اسکی کھیتی بالکل پانی میں ڈوب گئی، اور وہ کھڑی کہہ رہی ہے قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے اپنی خالص محبت کا کچھ حصہ میرے دل میں رکھ دیا ہے۔ میرا دل تجھ سے راضی رہنے میں بالکل پختہ ہے۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی، دیکھو جی، اسی نے تو یہ کھیتی جمائی، اسی نے اگائی۔ اسی نے اس کو سیدھا کھڑا کیا، اسی نے اس میں بالیں لگائیں اسی نے ان بالوں میں غلہ پیدا کیا، اسی نے بارش برسا کر اس کی پرورش کی، اسی نے اس کی ضائع ہونے سے حفاظت کی، اور جب اس کے کاٹنے کا وقت بالکل قریب آگیا، تو اسی نے اس کو ضائع کر دیا، پھر اس نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا، کہ یہ ساری مخلوق تیرے ہی بندے ہیں، اور ان سب کی روزی تیرے ہی ذمہ ہے، تو جو چاہے کر تجھے اختیار ہے میں نے اس سے کہا، کہ اس کھیتی کے برباد ہو جانے سے تجھے کسطرح صبر آگیا، کہنے لگی، عتبہ! چپ رہو میرا مالک بڑا غنی ہے، بڑا قابل تعریف ہے۔ اس کی طرف سے ہمیشہ نئی روزی ملتی رہی، تمام تعریفیں اس پاک ذات کے لئے ہیں، جو میرے ساتھ میری خواہش سے بہت زیادہ انعام فرماتا ہے، عتبہ کہتے ہیں، کہ مجھے جب بھی اس کی حالت اور اس کی باتیں یاد آتی ہیں، بے اختیار رونا آجاتا ہے۔ (روض)

۲۴۔ حضرت ابو سعید خرازؒ فرماتے ہیں، کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا۔ ایک مرتبہ باب بنی شیبہ سے گذر رہا تھا، کہ میں نے ایک نوجوان کی نعش دیکھی، جو نہایت حسین چہرہ والا تھا۔ میں نے جو اس کے چہرہ کو غور سے دیکھا، تو وہ تبسم کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ابو سعید تمہیں معلوم نہیں کہ عشاق مرتے نہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہی رہتے ہیں، اگرچہ ظاہر میں مر جائیں ان کی موت ایک عالم سے دوسرے عالم میں انتقال ہوتا ہے (روض)

۲۵۔ شیخ ابو یعقوب سنوسیؒ فرماتے ہیں، کہ میرے پاس ایک مرید مکہ مکرمہ میں آیا۔ اور کہنے لگا، کہ اے استاد میں کل کو ظہر کے وقت مر جاؤں گا، یہ اشرفی لے لیجئے، اس میں سے نصف تو قبر کھودنے والے کی اجرت ہے، اور نصف کفن وغیرہ کی قیمت ہے، جب دوسرے دن ظہر کا وقت آیا، وہ مسجد حرام میں آیا، اور طواف کیا، اور تھوڑی دور جا کر مر گیا، میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی۔ جب اس کو قبر میں رکھا، تو اس نے آنکھیں کھول دیں، میں نے کہا، کیا مرنے کے بعد بھی زندگی ہے، کہنے لگا، ہاں میں زندہ ہوں، اور اللہ جل شانہٗ کا ہر عاشق زندہ ہوتا ہے (روض)

۲۶۔ شیخ ابن الجلاءؒ مشہور بزرگ ہیں، وہ فرماتے ہیں، کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا، اور ان کو نہلانے کے لئے تختہ پر رکھا، تو وہ ہنسنے لگے۔ نہلانے والے چھوڑ کر چل دیئے، کسی کی ہمت ان کو نہلانے کی نہ پڑتی تھی، ایک اور بزرگ ان کے رفیق آئے، انہوں نے غسل دیا۔ (روض)

۲۷۔ حضرت ممشاد دینوریؒ کے انتقال کے وقت ایک بزرگ ان کے پاس بیٹھے تھے۔ وہ ان کے لئے جنت کے ملنے کی دعا کرنے لگے، حضرت ممشاد ہنسے اور فرمایا، کہ تیس برس سے جنت اپنی ساری زینتوں سمیت میرے سامنے آتی رہی رہی نے ایک مرتبہ بھی اس کو نگاہ بھر

کو نہیں دیکھا (میں تو جنت کے مالک کا مشتاق ہوں) (احیاء)

۲۸، جب حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی وفات کا وقت قریب تھا، تو ایک طبیب خدمت میں حاضر تھے، وہ کہنے لگے، کہ امیر المومنین کو زہر دیا گیا ہے اس لئے مجھے ان کی زندگی کا اطمینان نہیں ہے، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا، کہ تم کو اس شخص کی زندگی کا بھی اعتبار نہ چاہیئے، جس کو زہر نہ دیا گیا ہو، طبیب نے پوچھا کیا آپ کو خود بھی اندازہ ہو گیا تھا، کہ مجھ کو زہر دیا گیا، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا، کہ مجھے اسی وقت علم ہو گیا تھا، جب یہ زہر میرے پیٹ میں گیا، طبیب نے کہا، کہ آپ اس کا علاج کریجئے، ورنہ آپ کی جان چلی جائے گی، فرمانے لگے، کہ جس کے پاس جائے گی، یعنی میرا رب وہ ان سب میں بہترین ہے، جس کے پاس کوئی جائے، خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو، کہ میرے کان کے پاس کوئی چیز ایسی رکھی ہے جس میں میری شفا ہے، تو میں وہاں تک بھی ہاتھ نہ بڑھاؤں، پھر فرمایا یا اللہ! عمر کو اپنے سے ملنے کے لئے پسند کر لے۔ اس کے چند ہی روز بعد انتقال ہو گیا۔

۲۹، میمون بن مہران کہتے ہیں، کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اس زمانہ میں کثرت سے موت کی دعا کیا کرتے تھے، کسی نے عرض کیا، ایسا نہ کیجئے حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ کی وجہ سے بہت سی سنتیں (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی) زندہ کر رکھی ہیں، بہت سی بدعتیں دبا رکھی ہیں، فرمانے لگے کیا میں صالح بندہ (حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام) کی طرح نہ بنوں جنہوں نے یہ دعا کی تھی۔ (رَبِّ) تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِي بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ (سورۃ یوسف ع ۱۱) اے اللہ مجھے اسلام کی حالت میں موت عطا فرما دے، اور صالحین کے ساتھ ملا دے۔ انتقال کے قریب مسلمہ نے کہا، کہ آپ نے جو کفن کے لئے دام دیئے ہیں، ان کا بہت معمولی کپڑا آیا ہے، اس پر کچھ اضافہ کی

اجازت فرما دیں، ارشاد فرمایا۔ کہ وہ میرے پاس لاؤ، تھوڑی دیر اس کپڑے کو دیکھا۔ پھر فرمایا کہ اگر میرا رب مجھ سے راضی ہے، تب تو اس سے بہتر کفن مجھے فوراً مل جائے گا، اور اگر میرا رب مجھ سے ناراض ہے۔ تو جو کفن بھی ہوگا، وہ زور سے ہٹا دیا جائے گا، اور اس کے بدلے جہنم کی آگ کا کفن ہوگا، اس کے بعد فرمایا، کہ مجھے بٹھاؤ، بیٹھ کر فرمایا۔ یا اللہ تونے مجھے (جن چیزوں کے کرنے کا) حکم دیا، مجھ سے تعمیل نہ ہو سکی، تو نے (جن چیزوں کو) منع فرمایا، مجھ سے ان میں نافرمانی ہوئی، لیکن لا الہ الا اللہ، اس کے بعد انتقال فرما لیا، اسی دوران میں یہ بھی فرمایا۔ کہ میں ایک جماعت کو دیکھ رہا ہوں، نہ تو وہ آدمی ہیں، نہ جن ہیں۔ ایک روایت میں ہے، کہ انتقال کے قریب سب کو اپنے پاس سے ہٹا دیا، اور فرمایا یہاں کوئی نہ رہے، سب باہر چلے گئے، اور دروازوں میں سے دیکھنے لگے، تو وہ فرمارہے تھے، بہت مبارک ہے۔ ایسے لوگوں کی آمد جو نہ انسان ہیں نہ جن۔ اس کے بعد سورہ قصص کے آخری رکوع کی یہ آیت شریفہ پڑھی، جس کا ترجمہ یہ ہے "کہ یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے کرتے ہیں، جو نہ دنیا میں بڑائی چاہتے ہیں نہ فساد (اتحاف)

۴۴، حضرت ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں، کہ میں ایک سال حج کے لئے جا رہا تھا، بہت سے رفیق ساتھ تھے، چلتے چلتے ایک مرتبہ مجھے تنہائی کا غلبہ ہوا، اور یہ دل میں تقاضا ہوا کہ سب کا ساتھ چھوڑ کر اکیلے چلوں میں نے اس راستہ کو چھوڑ کر جس پر سب چل رہے تھے، ایک دوسرا تنہائی کا راستہ اختیار کر لیا، اور میں تین دن اور تین رات برابر چلتا رہا نہ تو مجھے ان میں کھانے کا خیال آیا، نہ پینے کا، نہ کوئی اور حاجت پیش آئی، تین دن رات چلنے کے بعد میں ایک ایسے جنگل میں پہنچ گیا، جو بڑا شاداب سرسبز اور ہر قسم کے پھل اور پھول اس میں لگے ہوئے جو بڑے

مہک رہے تھے۔ اور اس کے بیچ میں ایک چشمہ ہے۔ مجھے یہ خیال ہوا۔ کہ یہ تو جنت ہے۔ اور میں سخت حیرت میں پڑ گیا، میں اسی فکر و سوچ میں تھا کہ ایک جماعت آتی نظر آئی، جن کے چہرہ تو آدمیوں جیسے تھے، اور ان پہ مرقع چادریں اور خوش نما لنگیاں تھیں، ان لوگوں نے آکر مجھ کو گھیر لیا، اور سلام کیا، میں نے سلام کا جواب دیا، اور کہا کہ تم کہاں میں کہاں پھر مجھے خیال ہوا کہ یہ جنات کی قوم ہے، اتنے میں ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم میں ایک مسئلہ میں اختلاف ہو رہا ہے، اور ہم جنات میں سے ہیں، جنہوں نے بیعت العقبہ کی رات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کا کلام سنا تھا۔ حضورؐ کے پڑھنے کی آواز نے ہمیں دنیا کے سارے کاموں سے چھڑا دیا، اور یہ جگہ اللہ جل شانہ نے ہمارے لئے مزین فرما دی، میں نے پوچھا کہ اس جگہ سے وہ جگہ کتنی دور ہے، جہاں میں نے اپنے سفر کے ساتھیوں کو چھوڑا ہے، میرے اس سوال پر ایک شخص نے ان میں سے تبسم کرتے ہوئے کہا، کہ ابو اسحٰق اللہ جل شانہٗ کے بھی عجیب بھید ہیں، اس جگہ تمہاری قوم کا کبھی کوئی شخص بجز ایک آدمی کے نہیں آیا، ایک جوان تمہاری جنس سے آیا تھا، اس کا یہاں انتقال ہو گیا تھا، اور یہ دیکھ اس کی قبر ہے اس کی قبر میں نے دیکھی، کہ اس پانی کے تالاب کے کنارہ تھی، اس کے گرد چھوٹا سا باغیچہ تھا، جس میں ایسے پھول لگ رہے تھے، کہ میں نے اس جیسے کبھی نہیں دیکھے تھے، پھر وہ جن کہنے لگا، کہ اس جگہ کے اور اس جگہ کے درمیان اتنے اتنے مہینوں کا یا اتنے اتنے برسوں کا راستہ ہے، ابراہیمؒ نے کہا، کہ اچھا اس جوان کا حال مجھے بتاؤ، ان میں سے ایک نے سنایا، کہ ہم لوگ اس چشمہ کے کنارہ بیٹھے ہوئے عشق کے بارہ میں بحث کر رہے تھے، کہ اتنے میں ایک جوان آیا، اور اس نے آکر سلام کیا، ہم نے سلام کا جواب دیا، اور ہم نے پوچھا، کہ جوان کہاں سے آئے

ہو، اس نے کہا کہ شہر نیستاپور سے آیا ہوں، اور ہم نے پوچھا کہ اس شہر کو چھوڑے ہوئے کتنے دن ہوئے۔ اس نے کہا سات دن ہوئے ہیں ہم نے کہا کہ شہر سے کس ارادہ سے چلے تھے۔ اس جوان نے کہا کہ میں نے اللہ جل شانہٗ کا پاک ارشاد سنا ہے۔ وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۞ (سورۂ زمر ع ۶)

ترجمہ: تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔ اور اس کی فرمانبرداری کرو قبل اس کے کہ تم پر عذاب ہونے لگے، پھر اس وقت تمہاری کسی کی طرف سے بھی کوئی مدد نہ کی جائے۔ ہم نے اس جوان سے پوچھا کہ انابت کیا ہے اور عذاب کیا ہے۔ اس نے بیان کرنا شروع کیا، اور جب عذاب بیان کرنا شروع کیا، تو ایک چیخ ماری۔ اور مر گیا، ہم لوگوں نے اس کو اس قبر میں دفن کر دیا۔ ابراہیمؒ کہتے ہیں، مجھے اس قصہ سے بڑی حیرت ہوئی، اس کے بعد میں اس جوان کی قبر کے نزدیک گیا۔ تو اس کے سرہانے نرگس کے پھولوں کا ایک بہت بڑا گلدستہ رکھا تھا، اتنا بڑا تھا جیسے بڑی چکی ہو، اور اس کی قبر پہ یہ لفظ لکھے ہوئے تھے۔ ھٰذَا حَبِیْبُ اللّٰهِ قَتِیْلُ الْغَیْرَةِ "یہ اللہ کے دوست کی قبر ہے، جو غیرت کا قتل کیا ہوا ہے" اور نرگس کے ایک پتہ پہ انابت کی تفسیر لکھی ہوئی تھی، میں نے اس کو پڑھا۔ ان جنات نے مجھ سے اس کا مطلب پوچھا میں نے اس کا مطلب بتایا، تو وہ بہت خوش ہوئے، اور مزے میں لوٹنے لگے، جب اس سے انہیں سکون سا ہوا، تو کہنے لگے، کہ ہمارا مسئلہ جس پر جھگڑا تھا حل ہو گیا، ابراہیمؒ کہتے ہیں، پھر مجھے کچھ غنودگی سی آئی، اس کے بعد جو میری آنکھ کھلی، تو میں مسجد عائشہؓ کے پاس تھا۔ (جو تنعیم کے پاس مکہ مکرمہ کے قریب ہے) اور میرے کپڑوں میں پھولوں کا گلدستہ تھا، جو ایک سال تک میرے پاس رہا، ایک سال تک اس میں کوئی تغیر نہ ہوا، اس کے چند ایام بعد وہ خود بخود گم ہو گیا۔

۴۱. ایک بزرگ کہتے ہیں، کہ میں نے حق تعالٰی شانہ سے دعا کی۔ کہ مجھے قبرستان والوں کا حال دکھا دے۔ میں نے ایک رات کو دیکھا، گویا قیامت قائم ہو گئی، اور لوگ اپنی قبروں سے نکلنے لگے۔ ان کو میں نے دیکھا کہ کوئی تو سندس پر (جو ایک خاص اعلٰی قسم کا ریشم ہے) سو رہا ہے، کوئی ریشم پر ہے، کوئی اونچے تخت پر ہے، کوئی پھولوں پر ہے، کوئی ہنس رہا ہے، کوئی رو رہا ہے، میں نے کہا یا اللہ! اگر یہ سب ایک ہی حال میں ہوتے، تو کیسا اچھا ہوتا، ایک شخص نے ان مُردوں میں سے کہا، کہ یہ اعمال کے تفاوت کی وجہ سے ہے، سندس والے تو اچھی عادتوں والے ہیں، اور ریشم والے شہدا ہیں، اور پھولوں والے کثرت سے روزہ رکھنے والے ہیں، اور ہنسنے والے توبہ کرنے والے ہیں، اور رونے والے گنہ گار ہیں، اور اعلٰی مراتب والے (یہ غالباً اونچے تخت والے ہیں) وہ لوگ ہیں، جو اللہ تعالٰی شانہٗ کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے تھے۔ (روض)

۴۲. ایک کفن چور تھا، وہ قبریں کھود کر کفن چرایا کرتا تھا، اس نے ایک قبر کھودی، تو اس میں ایک شخص اونچے تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھے، قرآن پاک ان کے سامنے رکھا ہوا تھا، وہ قرآن شریف پڑھ رہے تھے، اور ان کے تخت کے نیچے ایک نہر چل رہی ہے، اس شخص پر ایسی دہشت طاری ہوئی، کہ بیہوش ہو کر گر پڑا، لوگوں نے اس کو قبر سے نکالا، تین دن بعد ہوش آیا، لوگوں نے قصہ پوچھا، اس نے سارا حال سنایا، بعض لوگوں نے اس قبر کے دیکھنے کی تمنا کی، اس سے پوچھا کہ قبر بتا دے، اس نے ارادہ بھی کیا، کہ ان کو لے جا کر قبر دکھاؤں۔ رات کو خواب میں ان قبر والے بزرگ کو دیکھا، کہہ رہے ہیں، اگر تو نے میری قبر بتائی، تو ایسی آفتوں میں پھنس جائے گا، کہ یاد کرے گا، اس نے عہد کیا، کہ نہیں بتاؤں گا۔

(روض)

۲۳۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک جنگل میں جا رہا تھا۔ مجھے ایک نوجوان نظر پڑا۔ جس کے چہرہ پر داڑھی کی دو لکیریں تھیں، (یعنی نکلنی شروع ہوئی تھی) مجھے دیکھ کر اس کے بدن میں کپکپی آگئی، اور چہرہ زرد ہوگیا، اور مجھ سے بھاگنے لگا۔ میں نے کہا میں تو تیرے ہی جیسا انسان ہوں، (جن تو نہیں ہوں، پھر کیوں اتنا ڈرتا اور بھاگتا ہے) وہ کہنے لگا کہ تم (انسانوں ہی) سے تو بھاگتا ہوں۔ میں اس کے پیچھے چلا۔ اور میں نے اس کو قسم دی۔ کہ ذرا کھڑا ہو جائے، وہ کھڑا ہوگیا۔ میں نے پوچھا۔ کہ تو اس جنگل بیابان میں بالکل تن تنہا رہتا ہے۔ کوئی دوسرا رفاقت کے لئے بھی نہیں ہے۔ تجھے خوف معلوم نہیں ہوتا؟ کہنے لگا۔ نہیں میرے پاس تو میرا دل لگانے والا ہے (میں نے سمجھا کہ اس کا کوئی رفیق کہیں گیا ہوا ہوگا) میں نے کہا۔ وہ کہاں ہے؟ کہنے لگا وہ ہر وقت میرے ساتھ ہے۔ وہ میرے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف ہے۔ میں نے پوچھا۔ کہ کچھ کھانے پینے کا سامان بھی تیرے پاس نہیں ہے؟ وہ کہنے لگا، وہ بھی موجود ہے میں نے کہا وہ کہاں ہے؟ کہنے لگا جس نے میری ماں کے پیٹ میں مجھے روزی دی، اسی نے میری بڑی عمر میں بھی روزی کی ذمہ داری لے رکھی ہے۔ میں نے کہا کہ کھانے پینے کے لئے کچھ تو آخر چاہیئے، اس سے رات کو تہجد میں کھڑے ہونے کی قوت پیدا ہوتی ہے، دن کو روزہ رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ اور (بدن کی قوت سے) مولیٰ کی خدمت بھی اچھی طرح ہو سکتی ہے، اور میں نے کھانے پینے کی ضرورت پر بہت زور دیا، تو وہ چند شعر پڑھ کر بھاگ گیا۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ اللہ کے ولی کے لئے کسی گھر کی ضرورت نہیں ہے۔ اور وہ ہرگز اس کو گوارا نہیں کرتا۔ کہ اس کی کوئی جائیداد ہو، وہ جب جنگل سے پہاڑ کی طرف چل دیتا ہے، تو وہ جنگل اس کی جدائی سے روتا ہے، جس میں وہ پہلے

سے تھا۔ وہ رات کے تہجد پر اور دن کے روزہ پر بہت زیادہ صبر کرنے والا ہوا کرتا ہے، وہ اپنے نفس کو سمجھا دیا کرتا ہے، کہ جتنی محنت اور مشقت ہو سکے کر لے۔ اس لئے کہ رحمٰن کی خدمت میں کوئی عار نہیں ہوتی (وہ بڑی فخر کی چیز ہوتی ہے) وہ جب اپنے رب سے باتیں کیا کرتا ہے، تو اس آنکھ سے آنسو بہا کرتے ہیں، اور وہ یہ کہا کرتا ہے۔ کہ یا اللہ! میرا دل اڑا جا رہا ہے۔ (اس کی تو خبر لے) وہ یوں کہا کرتا ہے۔ کہ یا اللہ! مجھے نہ تو (جنت میں) یاقوت کا گھر چاہیئے، جس میں حوریں رہتی ہوں۔ اور نہ مجھے جنت عدن کی خواہش ہے، اور نہ جنت کے پھلوں کی آرزو ہے، میری ساری تمنا صرف تیرا دیدار ہے، اس کا مجھ پر احسان کر دے، یہی بڑی فخر کی چیز ہے۔ (روض)

۴۴، حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں، کہ میں ایک مرتبہ بصرہ کے جنگل میں جا رہا تھا، میں نے حضرت سعدون کو دیکھا۔ جو سعدون مجنوں کے نام سے مشہور تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کیا حال ہے؟ کہنے لگے ایسے شخص کا کیا حال پوچھتے ہو، جو صبح شام ہر وقت ایک طویل سفر کے لئے تیار بیٹھا ہو، اور سفر کے لئے توشہ کسی قسم کا بھی ساتھ نہ ہو نہ کوئی سفر کا سامان سواری وغیرہ اس کے پاس ہو، اور اس کو ایسے مولیٰ کے پاس جانا ہو، جو نہایت عادل بڑا کریم ہے، اور وہ لوگوں کے درمیان اس وقت فیصلہ کر دے گا، یہ کہہ کر وہ بہت زیادہ رونے لگے میں نے پوچھا کہ رونے کی کیا بات ہے؟ کہنے لگے کہ میں نہ تو دنیا کے چھوٹنے پر رو رہا ہوں، نہ موت سے گھبرا کر رو رہا ہوں، بلکہ اپنی عمر کے اس دن پر رو رہا ہوں، جو کسی نیک عمل سے خالی رہ گیا ہو۔ خدا کی قسم مجھے اپنے سامان سفر کی کمی رُلا رہی ہے، سفر بہت طویل اور بڑی مشقت کا ہے، بہت سی گھاٹیاں اس سفر میں پیش آتی ہیں، اور میرے

پاس سفر کا کوئی بھی سامان موجود نہیں ہے۔ اور اس سفر کے سب مصائب برداشت کرنے کے بعد یہ بھی پتہ نہیں کہ جنت میں جاؤں گا یا جہنم میں ڈال دیا جاؤں گا۔ میں نے ان سے یہ حکمت کی باتیں سن کر کہا کہ لوگ آپ کو مجنوں کہتے ہیں، آپ تو بڑی اچھی باتیں کہتے ہیں، کہنے لگے، کہ تم بھی دنیا داروں کے کہنے سے دھوکہ میں پڑ گئے، مجھے جنون نہیں ہے، میرے آقا کی محبت میرے دل میں میرے جگر میں میرے گوشت پوست میں، میری ہڈیوں میں گھس گئی ہے۔ اس کے عشق میں میں حیران و پریشان رہتا ہوں (اس کی وجہ سے دنیا کے پاگل مجھے مجنوں کہتے ہیں) میں نے پوچھا کہ آپ لوگوں سے بھاگتے ہیں، (جنگل میں پڑے رہتے ہیں) اس پر انہوں نے دو شعر پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ آدمیوں سے ہمیشہ دور رہ اور اللہ جل شانہ کی ہم نشینی ہر وقت اختیار کر۔ تو آدمیوں کا جس حالت میں دل چاہے تجربہ کر لے۔ تو ہر حالت میں ان کو بچھو پائے گا۔ کہ تکلیف پہنچانے کے سوا ان کا کوئی کام نہ ہوگا (روض)

۴۵۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں، کہ میں مکہ مکرمہ کے ارادہ سے ایک جنگل میں چل رہا تھا، مجھے پیاس کی ایسی سخت شدت ہوئی کہ میں اس سے عاجز ہو گیا، قریب ہی ایک قبیلہ بنی مخزوم میں گیا، وہاں میں نے ایک بہت کم سن لڑکی کو جو نہایت ہی حسین تھی۔ دیکھا کہ وہ اشعار کے ساتھ گنگنا رہی تھی، مجھے اس کی عمر کے لحاظ سے اس سے بہت تعجب ہوا، اس لئے کہ وہ بہت کم عمر تھی، میں نے اس سے کہا کہ تجھے حیا نہیں آتی، یوں گا رہی ہے، کہنے لگی، ذوالنون چپ رہو، رات میں نے خوشی خوشی شراب عشق کا ایک گلاس پیا ہے، جس سے میں اپنے مولیٰ کے عشق میں نشہ میں ہوں، میں نے کہا تو تو بڑی سمجھ معلوم ہوتی ہے مجھے کچھ نصیحت کر، کہنے لگی، ذوالنون چپ رہنے کو لازم کر لو، اور دنیا

میں سے صرف اتنی روزی پر قناعت کرو جس سے آدمی زندہ رہے، تاکہ جنت میں اس پاک ذات کی زیارت ہو سکے جس کو کبھی فنا نہیں۔ میں نے پوچھا یہاں پینے کا پانی بھی ہے، کہنے لگی تجھے پانی کی جگہ بتاؤں، میں نے سوچا کوئی کنواں، چشمہ وغیرہ بتائے گی، میں نے کہا ہاں بتاؤ کہنے لگی۔ قیامت میں پانی پینے والوں کے چار درجے ہوں گے، ایک جماعت تو وہ ہوگی، جس کو فرشتے پانی پلائیں گے، جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے بَیْضَاءَ لَذَّةٍ لِلشّٰرِبِیْنَ میں ارشاد فرمایا (سورہ صافات میں) ہے کہ ان کے پاس بہتی ہوئی شراب کا گلاس لایا جائے گا، جو سفید ہوگی، پینے والوں کے لئے لذیذ ہوگی۔ دوسری جماعت کو رضوان (جنت کے ناظم) پلائیں گے، جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ سے تعبیر فرمایا، (جو سورت تطفیف میں ہے، کہ اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی، جو ایک چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پئیں گے) اور تیسرا فرقہ وہ ہے، جس کو خود حق تعالیٰ شانہٗ پلائیں گے، جس کو اللہ جل شانہٗ نے وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا سے تعبیر فرمایا (جو سورہ دہر میں ہے، کہ ان کا رب ان کو پاکیزہ شراب پلائے گا) وہ لڑکی کہنے لگی، کہ ذوالنون تم اپنا بھید دنیا میں اپنے مولیٰ کے سوا کسی سے نہ کہو، تاکہ حق تعالیٰ شانہٗ تمہیں آخرت میں خود پانی پلائیں،

مصنف کہتے ہیں، کہ شروع میں چار جماعتوں کا ذکر تھا، آخر میں تین ہی ذکر کی گئیں، شاید چوتھی جماعت وہ ہے، جن کو نو عمر لڑکے پلائیں گے جس کو وَیَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِیْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ سے تعبیر کیا، (جو سورہ واقعہ میں ہے) کہ ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، یہ چیزیں لے کر آیا جایا کریں گے، آبخورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھر

جائے گا۔ (روض)

۳۶۔ شیخ ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں، کہ میں نے ایک سال تجرید کے ساتھ حج کا اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کا ارادہ کیا، میں چل رہا تھا۔ راستہ میں ایک نوجوان عراقی ملا، جس کی جوانی زوروں پر تھی، وہ بھی اسی طرح سفر کا ارادہ کر رہا تھا، لیکن جب وہ قافلہ کے ساتھ چلتا تو قرآن پاک کی تلاوت کرتا رہتا، اور جب منزل پر قافلہ ٹھہرتا، تو وہ نماز میں مشغول ہو جاتا، رات بھر نماز پڑھتا دن بھر روزہ رکھتا، اس نے سارا راستہ اسی طرح طے کیا، حتیٰ کہ ہم مکہ مکرمہ پہنچ گئے، تو وہ جوان مجھ سے رخصت ہونے لگا، میں نے اس سے پوچھا کہ بیٹا کس چیز نے تجھے ایسے سخت مجاہدہ پر آمادہ کیا، جو میں سارے راستہ دیکھتا چلا آیا۔ کہنے لگا، ابو سلیمان میں نے خواب میں جنت کا ایک محل دیکھا کہ وہ سارا اس طرح بنا ہوا تھا، کہ اس کی ایک اینٹ سونے کی پھر ایک اینٹ چاندی کی اوپر تک، اس کے بالا خانے بھی اسی طرح بنے ہوئے تھے۔ اور ان میں ہر دو بُرجیوں کے درمیان ایک ایک حور ایسی تھی، کہ اس کا سا حسن و جمال اور اس کی سی چہرہ کی رونق کسی نے نہ دیکھی ہوگی، ان کی زلفیں سامنے لٹک رہی تھیں، ان میں سے ایک مجھے دیکھ کر ہنسنے لگی، تو اس کے دانتوں کی روشنی سے جنت چمکنے لگی اس نے کہا اے جوان اللہ جل شانہ، کے لئے مجاہدہ کرتا کہ میں تیرے لئے ہو جاؤں، تو میرے لئے، پھر میری آنکھ کھل گئی، یہ میرا قصہ ہے۔ اب مجھ پر ضروری ہے، کہ میں انتہائی کوشش کروں، اور جو کوشش کرتا ہے وہ پا لیتا ہے، یہ تم نے جو کچھ میرا مجاہدہ دیکھا ہے، اس حور سے منگنی کے لئے ہے، میں نے اس سے دعا کی درخواست کی، وہ میرے لئے دعا کر کے چلا گیا، ابو سلیمان کہتے ہیں، اس کے جانے کے بعد میں نے اپنے نفس

کو کہا کہ ایک حور کی طلب میں اگر اتنی کوشش ہو سکتی ہے، تو حور کے رب کی طلب میں کیسی کوشش ہونی چاہیئے۔ (روض)

۲۷۔ حضرت ضحاک بن مزاحمؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں جمعہ کی شب میں کوفہ میں جامع مسجد کے ارادہ سے نکلا۔ چاندنی رات تھی۔ مسجد کے صحن میں ایک جوان کو میں نے دیکھا۔ کہ سجدہ میں پڑا ہوا بے تحاشا رو رہا ہے۔ میں نے خیال کیا۔ کہ یہ کوئی ولی ہے۔ میں اس کے قریب گیا۔ تاکہ اس کی بات سنوں۔ تو وہ چند شعر پڑھ رہا تھا۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔ اے عزت والے تیرے ہی اوپر مجھ کو بھروسہ ہے۔ خوش حال ہے۔ وہ جس کا تو مقصود ہے۔ خوش حال ہے۔ وہ جو ساری رات خوف اور ڈر میں گذار دے۔ اور عزت والے ہی سے اپنی مصیبت کا اظہار کرے۔ اور اس کو اس سے بڑھ کر کوئی علت اور کوئی مرض نہ ہو۔ کہ اس کو اپنے مولےٰ سے عشق رہے جب وہ اندھیری رات میں تن تنہا عاجزی کرنیوالا ہو۔ تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کی پکار کا جواب ہو۔ اور لبیک ہو۔ وہ شخص پہلا مصرع علیک یا ذوالجلال معتمدی بار بار پڑھ رہا تھا۔ اور رو رہا تھا۔ اس کے بے اختیار رونے سے مجھے بھی اس پر ترس کھا کر رونا آگیا۔ پھر اس نے ایسی کلام کی۔ جس سے میں یہ سمجھا کہ اس کو کوئی خاص نور نظر آیا اور اس نے کسی کو یہ دو شعر پڑھتے ہوئے سنا۔ جن کا ترجمہ یہ ہے میرے بندے میں موجود ہوں، تو میری حفاظت میں ہے۔ اور جو کچھ تو کہہ رہا ہے۔ ہم اس کو سن رہے ہیں۔ تیری آواز کے میرے فرشتے مشتاق ہیں اور تیرے سارے گناہ ہم نے معاف کر دیئے۔ حضرت ضحاکؒ کہتے ہیں۔ کہ پھر میں نے اس کو سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔ میں نے کہا۔ حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری اس رات میں برکت عطا فرمائے۔ اور تم میں برکت فرمائے۔ اور تم پر رحم کرے۔ تم کون ہو کہنے لگے۔ میں راشد بن سلیمان ہوں۔ میں نے نام

سے ان کو پہچان لیا، کیونکہ میں پہلے سے ان کے حالات سنتا رہتا تھا، اور ان سے ملنے کا مشتاق تھا، مگر اس پر قادر نہ ہو سکا تھا، آج اللہ جل شانہٗ نے ایسا سہل کر دیا، میں نے خدمت میں رہنے کی درخواست کی، تو فرمایا بہت دشوار ہے، بھلا جو شخص رب العالمین سے مناجات کی لذت پاتا ہو وہ مخلوق سے کب انس رکھ سکتا ہے، کہنے لگے، واللہ اگر ہمارے زمانہ کے آدمیوں پر پہلے مشایخ میں سے کسی کا گذر ہو، تو وہ کہہ دے گا، کہ یہ لوگ تو آخرت کے دن پر ایمان بھی نہیں رکھتے، یہ کہہ کر ماشاءاللہ میری نظر سے غائب ہو گئے، اللہ جانے وہ آسمان پر چڑھ گئے یا زمین میں اتر گئے، مجھے ان کی جدائی سے رنج ہوا، اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، کہ مرنے سے پہلے پہلے ان سے پھر ملاقات نصیب ہو جائے اتفاق سے میں ایک مرتبہ حج کو گیا، تو کعبہ شریف کی دیوار کے سایہ تلے ان کو بیٹھے دیکھا، اور ایک مجمع ان کے پاس تھا، جو سورۂ انعام ان کو سنا رہا تھا، جب انہوں نے مجھے دیکھا، تو تبسم فرمایا، کہ یہ علماء کی مہربانی ہے، اور وہ اولیاء کی تواضع بھی، پھر اٹھے اور مجھ سے مصافحہ اور معانقہ کیا، اور فرمایا، کہ تم نے اللہ سے دعا کی تھی کہ مرنے سے پہلے اس سے ملاقات ہو جائے، میں نے عرض کیا، جی ہاں دعا کی تھی، فرمایا الحمد للہ علیٰ ذالک میں نے عرض کیا، کہ اللہ آپ پر رحم کرے اس رات کو جو کچھ آپ نے دیکھا تھا، اور سنا تھا، وہ بتا دیجئے، انہوں نے زور سے ایک ایسی چیخ ماری، جس سے میں یہ سمجھا، کہ ان کے دل کا پردہ پھٹ گیا، اور وہ بے ہوش ہو کر گر گئے، اور جو مجمع ان کے پاس تھا، اور پڑھ رہا تھا، وہ چلا گیا، جب ان کو ہوش آیا، تو فرمایا میرے بھائی کیا تجھے یہ معلوم نہیں، کہ اللہ کے چاہنے والوں کے دلوں میں کس قدر خوف اور ہیبت اس کے اسرار کھولنے میں ہوتی ہے، میں

نے پوچھا اچھا یہ کون لوگ تھے، جو آپ کے پاس پڑھ رہے تھے، فرمایا یہ جنات کی جماعت تھی، قدیم تعلقات کی بنا پر میں ان کا احترام کرتا ہوں، یہ ہر سال میرے ساتھ حج کیا کرتے ہیں، اور مجھ کو قرآن شریف سنایا کرتے ہیں، پھر انہوں نے مجھ کو رخصت کیا - اور فرمایا حق تعالیٰ شانہٗ جنت میں تم کو ملا دے، جہاں نہ جدائی ہوگی، نہ مشقت نہ غم ہوگا نہ کلفت، یہ کہہ کر پھر مجھ سے غائب ہو گئے، اس کے بعد میں نے ان کو نہ دیکھا۔ (روض)

۴۸۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں، کہ میں نے ایک جگہ دیکھا، کہ ایک مجنوں شخص ہے، لڑکے اس کے ڈھیلے مار رہے ہیں، میں نے ان کو دھمکایا۔ وہ لڑکے کہنے لگے، کہ یہ شخص یوں کہتا ہے، کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں میں اس کے قریب گیا، تو وہ کچھ کہہ رہا تھا، میں نے غور سے سنا، تو وہ کہہ رہا تھا، کہ تو نے بہت ہی اچھا کیا، کہ ان لڑکوں کو مجھ پر مسلط کر دیا، میں نے کہا، کہ یہ لڑکے تجھ پر ایک تہمت لگاتے ہیں، کہنے لگا کیا کہتے ہیں، میں نے کہا یہ کہتے ہیں، کہ تم خدا کو دیکھنے کے مدعی ہو، یہ سن کر اس نے ایک چیخ ماری، اور یہ کہا شبلی اس ذات کی قسم جس نے اپنی محبت میں مجھ کو شکستہ حال بنا رکھا ہے، اور اپنے قرب و بعد میں مجھ کو بھٹکا رکھا ہے، اگر تھوڑی دیر بھی وہ مجھ سے غائب ہو جائے، (یعنی حضوری حاصل نہ رہے) تو میں درد فراق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں، یہ کہہ کر وہ مجھ سے منہ موڑ کر یہ شعر پڑھتا ہوا بھاگ گیا ؎

خیالک فی عینی وذکرک فی فمی ومثواک فی قلبی فاین تغیب

ترجمہ، تیری صورت میری نگاہ میں جمی رہتی ہے، اور تیرا ذکر میری زبان پر ہر وقت رہتا ہے، تیرا ٹھکانہ میرا دل ہے، پس تو کہاں غائب ہو سکتا ہے

۲۹۔ حضرت اویس قرنیؒ مشہور تابعی ہیں، سید التابعین ان کا لقب ہے، حضورؐ کا زمانہ انہوں نے پایا ہے، مگر ماں کی خدمت کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری سے قاصر رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق نقل کیا گیا۔ کہ بہترین تابعی اویس قرنی ہیں، ایک روایت میں ان کے متعلق آیا ہے، کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھالیں، تو اللہ جل شانہٗ اس کو پورا کریں، ایک حدیث میں ان کے متعلق آیا ہے، کہ جو ان سے ملے ان سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کرائے، ایک حدیث میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ ان سے اپنے لئے استغفار کرائیں، بڑے فضائل ان کے احادیث میں وارد ہیں، جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں شہید ہوئے، (اصابہ) جب حج کیا اور مدینہ طیبہ کی حاضری پر مسجد نبوی میں داخل ہوئے، تو کسی نے اشارہ سے بتایا کہ یہ ہے قبر اطہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بے ہوش ہو کر گر پڑے، جب غشی سے افاقہ ہوا، تو فرمانے لگے، کہ مجھے لے چلو۔ مجھے اس شہر میں چین نہیں ہے، جس میں حضورؐ مدفون ہوں (اتحاف)

۳۰۔ سید احمد رفاعیؒ مشہور بزرگ ہیں، ان کا قصہ مشہور ہے، کہ جب ۵۵۵ھ میں حج سے فارغ ہو کر زیارت کے لئے حاضر ہوئے، اور قبر اطہر کے مقابل کھڑے ہوئے، تو دو شعر پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے دوری کی حالت میں میں اپنی روح کو خدمت اقدس میں بھیجا کرتا تھا وہ میری نائب بن کر آستانہ مبارک چومتی تھی۔ اب جسموں کی حاضری کی باری آئی ہے، اپنا دست مبارک عطا کیجئے، تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں، اس پر قبر شریف سے دست مبارک باہر نکلا۔ اور انہوں نے اس کو چوما، (الحاوی)

کہا جاتا ہے، کہ اس وقت تقریباً نوے ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کی زیارت کی۔ جن میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ جب میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، تو یہ وصیت فرمائی، کہ میرے انتقال کے بعد میری نعش روضۂ اقدس پر لے جا کر عرض کر دینا، کہ یہ ابوبکرؓ ہے آپ کے قریب دفن ہونے کی تمنا رکھتا ہے، اگر وہاں سے اجازت ہو جائے، تو مجھے وہاں دفن کر دینا۔ اور اجازت نہ ہو، تو بقیع میں دفن کر دینا۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد وصیت کے موافق جنازہ وہاں لے جا کر قبر شریف کے قریب یہی عرض کر دیا گیا، وہاں سے ایک آواز ہمیں آئی، آدمی کہنے والا کوئی نظر نہیں آتا تھا، کہ اعزاز و اکرام کے ساتھ اندر لے آؤ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں، کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وصال کا وقت قریب ہوا، تو مجھے اپنے سرہانے بٹھا کر فرمایا، کہ جن ہاتھوں سے تم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا انہی ہاتھوں سے مجھے غسل دینا، اور خوشبو لگانا۔ اور مجھے اس حجرہ کے قریب لے جا کر جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ہے۔ اجازت مانگ لینا، اگر اجازت مانگنے پر حجرہ کا دروازہ کھل جائے۔ تو مجھے وہاں دفن کر دینا، ورنہ مسلمانوں کے عام قبرستان (بقیع) میں دفن کر دینا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں، کہ جنازہ کی تیاری کے بعد سب سے پہلے میں آگے بڑھا، اور میں نے جا کر عرض کیا، یا رسول اللہ یہ ابوبکرؓ یہاں دفن ہونے کی اجازت مانگتے ہیں، تو میں نے دیکھا کہ ایک دم حجرہ کے کواڑ کھل گئے۔ اور ایک آواز آئی، کہ دوست کو دوست کے پاس

پہنچا دور علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں دونوں کو ذکر کیا ہے ؎

خوشا وقتے و خرم روزگارے ۔۔۔ کہ یارے بر خورد از وصل یارے

۴۲۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں، کہ جب دشمنوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو محصور کر رکھا تھا، میں ان کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوا، تو فرمانے لگے کہ بھائی بہت اچھا کیا آئے، میں نے اس کھڑکی میں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا عثمانؓ تمہیں ان لوگوں نے محصور کر رکھا ہے، میں نے عرض کیا جی کر رکھا ہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تمہیں پیاسا کر رکھا ہے، میں نے عرض کیا۔ جی ہاں اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول پانی کا لٹکایا جس میں سے میں نے پانی پیا۔ اس پانی کی ٹھنڈک اب تک میرے دونوں شانوں اور دونوں چھاتیوں کے درمیان میں محسوس ہو رہی ہے، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اگر تم چاہو تو ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کی جائے، اور تمہارا دل چاہے۔ تو یہاں ہمارے پاس ہی آکر افطار کر لینا۔ میں نے عرض کر دیا، کہ حضورؐ کی خدمت میں حاضری ہی چاہتا ہوں، اسی دن شہید کر دیئے گئے رضی اللہ عنہ و ارضاہ (حاوی)

۴۳۔ ایک عورت حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور آکر عرض کیا کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرا دو۔ حضرت عائشہؓ نے حجرہ شریفہ کھولا۔ انہوں نے زیارت کی۔ اور زیارت کر کے روتی رہیں، اور روتے روتے وہیں انتقال فرما گئیں، رضی اللہ عنہا و ارضاہا۔ (شفا)

۴۴۔ اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو اذیت بھی بہت پہنچی، اور شہید

بھی بہت سے ہوئے، مدینہ طیبہ میں یہ وحشت اثر خبر پہنچی۔ تو عورتیں تحقیق حال کے لئے گھر سے نکل پڑیں، ایک انصاری عورت نے مجمع کو دیکھا، تو بے تابانہ پوچھا کہ حضورؐ کیسے ہیں؟ اس مجمع میں سے کسی نے کہا، کہ تمہارے والد کا انتقال ہو گیا، انہوں نے اناللہ پڑھی۔ اور پھر بے قراری سے حضورؐ کی خیریت دریافت کی۔ اتنے میں کسی نے خاوند کے انتقال کی خبر سنائی، اور کسی نے بیٹے کی۔ اور کسی نے بھائی کی۔ کہ یہ سب ہی شہید ہو گئے تھے مگر انہوں نے پوچھا کہ حضورؐ کیسے ہیں، لوگوں نے جواب دیا، کہ حضورؐ بخیریت ہیں، تشریف لا رہے ہیں۔ اس سے اطمینان نہ ہوا، کہنے لگیں، کہ مجھے بتا دو، کہاں ہیں، لوگوں نے اشارہ کر کے بتایا۔ کہ اس مجمع میں ہیں، یہ دوڑی ہوئی گئیں، اور اپنی آنکھوں کو حضورؐ کی زیارت سے ٹھنڈا کر کے عرض کیا، یا رسول اللہؐ آپ کی زیارت ہو جانے کے بعد ہر مصیبت ہلکی اور معمولی ہے، ایک روائت میں ہے، کہ حضورؐ کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا، کہ یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، جب آپ زندہ و سلامت ہیں۔ تو مجھے کسی کی ہلاکت کی پرواہ نہیں۔ (خمیس)

۴۵۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے کسی نے پوچھا، کہ آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت ہے، آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ خدائے پاک کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے نزدیک اپنے مالوں سے اور اپنی اولادوں سے اور اپنی ماؤں سے اور سخت پیاس کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب تھے۔ (شفا)

سچ فرمایا درحقیقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہی حالت تھی۔ اور کیوں نہ ہوتی، جبکہ وہ حضرات کامل الایمان تھے، اور قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ آپ ان سے کہہ دیجئے، کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور

وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو، اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو، (اگر یہ سب چیزیں) تم کو اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہوں، تو تم منتظر رہو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دیں، اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا (اس آیت شریف میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت کے ان سب چیزوں سے کم ہونے پر وعید ہے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ تم میں سے کوئی شخص (پورا) ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک اس کو میری محبت اپنے والد اور اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ نہ ہو جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسولؐ اللہ بے شک مجھ کو آپ کے ساتھ سب چیزوں سے زیادہ محبت ہے، بجز اپنی جان کے (یعنی اپنی جان کے برابر آپ کی محبت معلوم نہیں ہوتی) آپؐ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ایمان دار نہ ہوگے، جب تک میرے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت نہ رکھوگے، حضرت عمرؓ نے عرض کیا، اب تو آپ کے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے، آپؐ نے فرمایا۔ اب پورے ایمان دار ہوئے عمرؓ۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ تین چیزیں ایسی ہیں، کہ وہ جس شخص میں ہوں گی، اس کو ان کی وجہ سے ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی، ایک وہ شخص جس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں (یعنی جتنی محبت اس کو اللہ اور رسول سے ہو اتنی کسی سے نہ ہو) اور ایک وہ شخص جس کو کسی بندہ سے محبت ہو، اور محض اللہ ہی کے لئے

محبت ہو۔ (یعنی کسی دنیوی غرض سے نہ ہو محض اس وجہ سے ہو۔ کہ وہ شخص اللہ والا ہے) اور ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے کفر سے بچا لیا ہو (خواہ پہلے ہی بچائے رکھا ہو۔ خواہ کفر سے توبہ کرلی۔ اور بچ گیا) اور اس (بچا لینے) کے بعد وہ کفر کی طرف آنے کو اس قدر ناپسند کرتا ہے۔ جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ سے محبت رکھو۔ اس وجہ سے کہ وہ تم کو غذا میں اپنی نعمتیں دیتا ہے۔ اور مجھ سے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) محبت رکھو۔ اس وجہ سے کہ اللہ تعالےٰ کو مجھ سے محبت ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ صرف غذا دینے ہی سے اللہ تعالےٰ کے ساتھ محبت رکھو۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات و احسانات جو بے شمار ہیں۔ اگر کسی کی سمجھ میں نہ آدیں۔ تو یہ احسان تو بہت ظاہر ہے۔ جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ یہی سمجھ کر اس سے محبت کرو۔

ایک دیہاتی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ یارسول اللہ قیامت کب کو ہوگی، آپؐ نے فرمایا کہ تو نے اس کے لئے کیا سامان کر رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے انتظار ہے۔ اس نے عرض کیا۔ کہ میں نے اس کے لئے کچھ بہت نماز روزہ کا سامان تو نہیں کیا، مگر اتنی بات ہے۔ کہ میں اللہ و رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا، کہ (قیامت میں) ہر شخص اس کے ساتھ ہوگا، جس سے وہ محبت رکھتا ہوگا،

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام لائے (کی خوشی) کے بعد کسی بات پر اتنا خوش ہوتا نہیں دیکھا جتنا اس پر خوش ہوئے،

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم انسان ایک گروہ سے محبت رکھتا ہے۔ مگر ان کے عمل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اے ابوذرؓ اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت رکھتے ہو۔ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا۔ میں تو اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ محبت رکھتا ہوں فرمایا بیشک تم اسی کے ساتھ ہو گے جس کی محبت رکھتے ہو۔ ابوذرؓ نے اسی کو پھر دہرایا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب پھر دہرایا حضرت فاطمہؓ کا مکان شروع میں حضورؐ سے ذرا دور تھا ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ میرا دل چاہتا تھا۔ تمہارا مکان تو قریب ہی ہو جاتا حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ حارثہ کا مکان آپؐ کے قریب ہے۔ ان سے فرما دیں کہ میرے مکان سے بدل لیں حضورؐ نے فرمایا۔ کہ ان سے پہلے ہی تبادلہ ہو چکا ہے۔ اب تو شرم آتی ہے۔ حارثہ کو اس کی اطلاع ہوئی، فوراً حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ آپؐ فاطمہؓ کا مکان اپنے قریب چاہتے ہیں۔ یہ میرے مکانات موجود ہیں۔ ان سے زیادہ قریب کوئی مکان بھی نہیں۔ جو پسند ہو بدل لیں۔ یا رسولؐ اللہ میں اور میرا مال تو اللہ اور اس کے رسولؐ ہی کا ہے۔ یا رسولؐ اللہ خدا کی قسم جو مال آپؐ لے لیں وہ مجھے زیادہ پسند ہے اس مال سے جو میرے پاس رہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا سچ کہتے ہو اور برکت کی دعا دی، اور مکان بدل لیا۔ ایک حدیث میں ہے۔ کہ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ نبی کو امتی پر فضیلت ہے۔ اور جنت میں ان کے درجے اونچے ہوں گے۔ تو پھر اکٹھا ہونے کی کیا صورت ہو گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ اوپر کے درجہ والے نیچے کے درجہ والوں کے پاس آئیں گے۔ ان کے پاس بیٹھیں گے۔ بات چیت کریں گے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ کہ میرے ساتھ شدت سے محبت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے۔ کہ ان میں سے ہر شخص یہ تمنا کرے گا کہ تمام اہل و مال کے عوض مجھ کو دیکھ لے۔ خالدؓ کی بیٹی عبدہؒ کہتی ہیں۔ کہ میرے والد کا ہمیشہ یہ معمول تھا۔ کہ رات کو جب سونے لیٹتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے شوق میں بے چین ہوتے

اور مہاجرین اور انصار صحابہ کرامؓ کو نام لے کر یاد کرتے، اور کہتے یا اللہ یہی حضرات میرے اصول و فروغ ہیں، میرا دل ان سے ملنے کو بے تاب ہے، میرا اشتیاق بڑھتا جا رہا ہے، یا اللہ مجھے جلدی سے موت عطا فرما۔ کہ ان سے ملوں۔ اور یہی کہتے کہتے سو جاتے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قصہ مشہور ہے، کہ جب ان کے انتقال کا وقت ہوا، تو ان کی بیوی جدائی پر رنجیدہ ہو کر کہنے لگیں، کہ ہائے افسوس، وہ کہنے لگے، سبحان اللہ کیا مزے کی بات ہے، کہ کل کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں گے، اور ان کے صحابہؓ سے ملیں گے۔

یہ واقعات جو گذرے ہیں، وہ عشق و محبت پر مبنی ہیں، محبت ہی ایک ایسی چیز ہے، جو دل میں بس جانے کے بعد محبوب کو ہر چیز پر غالب کر دیتی ہے، اس کی نظر میں ہر وہ چیز سود مند ہے، جو اسے منزل تک پہنچا دے، خواہ وہ کتنی ہی اذیت ناک اور تکلیف وہ کیوں نہ ہو، اور ہر وہ چیز نقصان دہ ہے، جو دوری منزل کا پیام ہو، مادی اعتبار سے خواہ وہ کتنی ہی آرام دہ اور طمانیت بخش ہو، مولانا رومؒ فرماتے ہیں

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت — ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند — در نگر زاں پس کہ بعد از لا چہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت — شاد باش اے عشق شرکت سوز زفت

اور خود یہ عشق بھی وظیفوں سے پیدا نہیں ہوتا، بلکہ صحبت سے پیدا ہوتا ہے، جیسے خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ بدلتا ہے، پس اس کی تدبیر یہ ہے، کہ عشاق کی صحبت اختیار کرو ؎

قال را بگذار مرد حال شو
پیش مرد کاملے پامال شو

ہر شخص کو اس رنگ میں رنگے جانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

لیکن جب تک عشق پیدا نہ ہو، اس وقت تک نہ تو ان واقعات سے استدلال کرنا چاہیئے، اور نہ ان پر اعتراض کرنا چاہیئے، اس لئے کہ وہ عشق کے غلبہ میں صادر ہوتے ہیں،

امام غزالیؒ فرماتے ہیں، کہ جو شخص محبت کا پیالہ پی لیتا ہے، وہ مخمور ہو جاتا ہے، اور جو مخمور ہو جاتا ہے، اس کی کلام میں بھی وسعت آ جاتی ہے، اگر اس کا وہ نشہ زائل ہو جائے، تو وہ دیکھے کہ جو کچھ اس نے غلبہ میں کہا ہے، وہ ایک حال ہے، حقیقت نہیں، اور عشاق کی کلام سے لذت تو حاصل کی جاتی ہے، اس پہ اعتماد نہیں کیا جاتا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تَمَّتْ بِالْخَیْرِ